بحسن توفیقه تعالےٰ

اس زمان میمنت اقتران و ایام فرحت التیام نضارت انضمام مین

کلام بلاغت نظام گنجینۂ عرفان خزینۂ اسرار نہان مخزن

اشغال معدن حال معرفت و طریقت مین وحید و فرد اعنی

دیوان اردو خواجہ میر درد

من تصنیف شریف سرآمد اولیا سرخیل اصفیا جنید عصر شبلی عصر

شاہنشاہ اقلیم فقر و قناعت جرعہ کش خمخانۂ درد و محبت سالک طریقۂ

رنگ زرد عبد خاص رب قدیر حقیقت آگاہ حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بحلیۂ طبع آراستہ ہوا

سنہ ۱۹۲۹ع

1121

مقدمۂ دیوان میر درد

خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ

اسم گرامی خواجہ میر اور درد تخلص تھا خاک پاک۔ دلی مولد و مسکن تھا خواجہ ناصر عندلیب تخلص کے بڑے صاحبزادے تھے شاہ سعد اللہ صاحب گلشن سے جو ہر وقت کے دلی کے اولیائے ذوی الکرم سے تھے نسبت ارادت رکھتے تھے آپکا سلسلۂ نسب گیارہ واسطوں سے خواجہ بہاؤ الدین صاحب نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور چھبیس واسطوں سے امام حسن عسکری علیہ السلام تک پہونچتا ہے۔

تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم رسمیہ کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے کی مگر آپکی تصانیف سے آپ کی اعلیٰ قابلیت علمی کا کافی پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب تصوف کی تحصیل اپنے زمانہ کے مشہور علما، و صوفیائے کرام سے کی ہوگی۔ چنانچہ مصنف آبحیات نے لکھا ہے کہ مثنوی مولانا روم کا درس مفتی دولت سے لیا تھا۔

آپکے خاندان مین مدتوں سے پیری مریدی کا سلسلہ جاری تھا۔ کچھ مریدین نذر و نیاز پیش کرتے رہتے تھے۔ اور کچھ جاگیر بادشاہی معافی مین تھی جس سے معاش کی طرف سے بےفکر رہکر یاد الٰہی مین اپنے اوقات گزارتے تھے۔ خواجہ صاحب کا زمانۂ عنفوان شباب اپنے والد ماجد ہی کے سایۂ عاطفت مین گذرا۔ امرا کی صحبتین بھی رہین درباری مصاحبت مین بھی وقت گزارا۔ مگر جب اٹھائیس برس کا سن ہوا تو دنیا و مافیہا سے منھ موڑکر سجادۂ فقر پر قناعت کا تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور ایسے بیٹھے کہ انقلاب کے تیز و تند جھونکون نے دلی کے ذرہ ذرہ کو ہلا یا۔ زمانہ کو زیر و زبر کیا قیامت کبریٰ قائم کی یہان تک کہ بڑے بڑے مستقل مزاج دلی چھوڑنے پر مجبور ہوگئے دن دہاڑے قتل و غارت ڈاکہ زنی کی وارداتین ہونے لگین سودا۔ میر۔ سوز۔ مصحفی۔ جرأت۔ حسرت۔ انشا۔ غرضکہ بڑے بڑے

مشاہیر جنکے دم سے دلّی ۔ دلّی تھی چھاتی پر جدائی کا بھاری پتھر رکھکر اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہہ کر در و دیوار کو حسرت آلود نگاہوں سے دیکھتے اور ع رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں کا دلگداز نوحہ فراق پڑھتے ہوئے ۔ دلّی سے نکل بلاد مشرقیہ میں پہونچگئے ۔ مگر اس بندۂ خدا کے بوریائے بیریا کو جنبش بھی نہ ہوئی ۔ استقلال کا قدم جیسا جما تھا جما رہا ۔ بزرگوں کے بچھائے ہوئے سجّادہ پر اُسی طرح جمے بیٹھے رہے اور خوف و ہراس سے ماتھے پر شکن تک نہ پڑی ۔ اللہ ۔ اللہ کیا مردانہ ہمّت تھی نیّت کی برکت کا پھل ملا اور آخر اُسی مردانہ روش کے ساتھ زندگی کی آخری ساعت بھی گزار دی ۔

علوم و فنون پر نظر ڈالئے تو ایک بہتا دریا تھا ۔ جدھر یہ نکلا ۔ بہ نکلا ۔ اور کوسوں تک سبزہ زار اور خشک میدانوں کو سیراب کرتا چلا گیا ۔ کوئی مسئلہ ہو کوئی علم ہو سب اُن کے نزدیک پانی تھے اور تو اور علم موسیقی میں جو زہّاد و عبّاد کے فرقہ میں کچھ زیادہ مقبول نہیں ہے ۔ اتنی معلومات بہم پہونچائی تھی کہ ۔ دلّی ایسے غدّار شہر کے بڑے بڑے گوئیّے کان پکڑتے تھے اور اکثر وقتًا فوقتًا استفادہ اور اصلاح کے لئے حاضر ہوتے تھے ۔ ہر مہینے کی دوسری اور چوبیسویں تاریخ کو ایسے لوگوں کے جمع ہو جانے سے اچھی خاصی ایک مجلس ہو جاتی بڑے بڑے نامی گرامی قوال بے طلب آتے اور سماع سے حاضرین محفل کو لطف اندوز کرتے ۔ پہروں حال و قال کا ہنگامہ گرم رہتا ۔ بڑے بڑے علما ر فضلا ر اور صلحا ر اس کی شرکت کو اپنے لئے موجب فخر و مباہات خیال کرتے ۔ ادھر استغنا کا یہ عالم تھا کہ ایکمرتبہ شاہ عالم بادشاہ ارادت کے جوش میں بلا اطلاع آکر شریک مجلس ہو گئے ۔ مگر وقت کی بات اتفاقًا پیر میں ورد تھا ۔ اسی وجہ سے ضبط نہ ہو سکا ذرا پاؤں پھیلا دیا ۔ خواجہ صاحب کی نگاہ پڑی ۔ اور بلا کسی خوف و ہراس کے بادشاہ سے کہا ۔ کہ یہ امر فقیر کی داب مجلس کے خلاف ہے ۔ بادشاہ نے وجہ بیان کر کے معذوری ظاہر کی ۔ تو بے تکلف فرمایا کہ تکلیف تھی تو تکلیف کی کیا ضرورت تھی ۔ خودداری کا یہ رنگ تھا کہ عمر گذر گئی ۔ اردو ۔ ہندی ۔ فارسی ۔ عربی ۔ سب ہی زبانوں میں شاعری کی مگر ایک قصیدہ بھی کسی کی مدح میں نہ کہا ۔ ساتھ ہی ساتھ یکدلی کا بھی یہی انداز تھا

کہ بخلاف اپنے معاصرین کے کبھی کسی کی ہجو سے اپنے قلم وزبان کو آلودہ نہین کیا۔ ورنہ اگر دیکھئے تو قدما کے یہان ہجو کے ساتھ فحاشی سے بھی احتراز نہین کیا گیا ہے۔ اسی سبب سے لوگون کی نگاہون مین اُن کی وہ عظمت تھی کہ الحفیظ للہ دیکھئے لکھنؤ سے ایک شخص دلی جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اور چلتے وقت مرزا رفیع سودا سے کہتا ہے کہ مرزا صاحب دلی جاتا ہون۔ کوئی کام ہو یا کوئی پیام ہو تو ارشاد فرمائیے۔ سودا کہتے ہین۔ کہ بھائی میرا دلی مین کون ہے ہان کبھی خواجہ میر درد کی طرف جا نکلو تو سلام کہنا۔ اللہ۔ اللہ کیا عزت ہے دلی سا شہر وطن مالوف اور پھر بھی سودا کو درد کے سوا کوئی قابل خطاب نظر نہین آتا دراصل سچی عظمت اسی کو کہتے ہین۔ اور حقیقی محبت کے یہی معنی ہین۔

خواجہ صاحب کے اشغال یہی تھے کہ جہانتک ہوتا عبادت الٰہی اور ریاضت مین اپنا وقت عزیز صرف کرتے اور جو وقت اللہ اللہ سے بچ رہتا اُس مین شعر وشاعری یا اسی قسم کی علمی تصانیف کرتے رہتے چنانچہ رسالہ اسرار الصلوٰۃ و واردات درد اور اُسکی شرح مین علم الکتاب ایک بہت بڑی کتاب تصنیف کی جس مین بہت سے متفرق رسالے شامل ہین نالہ درد۔ آہِ سرد۔ دردِ دل۔ سوزِ دل۔ شمع محفل۔ حرمت غنا بھی آپ کی مقبول ومشہور ومعروف تصانیف ہین مہینے مین ایک بار اپنے مکان پر ایک محفل مشاعرہ منعقد کرتے۔ جو آخر مین کسی سبب سے میر تقی میر کے یہان خواجہ صاحب ہی کے ایما سے منعقد ہونے لگی تھی۔ مگر پھر بھی خواجہ صاحب برابر اُس مین شریک ہوتے رہتے تھے میر صاحب اپنے تذکرہ نکات الشعرا مین اس طرح اُسکا بیان کرتے ہین۔

"مجلس ریختہ کہ بخانۂ بندہ پانزدہم ہر ماہ مقرر است والله بذات ہمین بزرگ است زیرا کہ پیشتر ازین مجلس بخانۂ ایشان مقرر بود از گردش روزگار بہم خورد از بسکہ با این حقیر اخلاص کلی داشت گفت کہ این مجمع را شما اگر بخانہ خود معین بکنید بہتر است نظر باخلاص آن مشفق عمل کردہ آمد خدایش ابدالآباد بسلامت داراد"

میر تقی میر۔ سودا۔ مصحفی۔ سوز۔ جرأت۔ وغیرہ خواجہ صاحب کے معاصر تھے۔ مگر کچھ خاندانی وجاہت اور کچھ ذاتی جوہر کی وجہ سے سب آپکو استاد مسلم الثبوت مانتے تھے۔ چنانچہ میر تقی۔ ان الفاظ سے اپنے تذکرہ مین یاد فرماتے ہین :۔

"زبان[۱] گفتگویش گرہ کشائے زلف مشام مدعا۔ مصرع نوشتہ اسش بر صفحہ کاغذ از کاکل صبح خوشنما۔ طبع سخن پردازاو سر وبال چمنستان اندازست گاہے درکوچہ باغ تلاش بطریق گلگشت قدم رنجہ می فرماید۔ در چمن شعرش لفظ رنگین چمن چمن۔ گلچین خیال ورا گل معنی دامن دامن ستاعر زور آور ریختہ۔ در کمال علائگی وارستہ۔ خلیق۔ متواضع۔ آشنائے درست شعر فارسی ہم میگوید۔ آما بتیر باعی"

میر حسن اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین :۔

"از[۲] عرفائے عالیمقام وفقہائے ذوی الاحترام۔ بر آسمان سخن مانند خورشید فرد حضرت خواجہ میر المتخلص بہ درد۔ از عالمان خوش ذات واز درویشان نیکو صفات طنطنہ فضل و کمال و دبدبہ جاہ و جلال او بفلک رسیدہ۔ وطناب خیمہ فکر عالیش چون شعاع مہر از مشرق تا بہ مغرب کشیدہ در بحر ضمیرش ہمہ گوہر ناسفتہ۔ در گفتۂ او عقل آفرینہا گفتہ۔ مرشد بوادی حقیقت۔ دہبر بمیدان شریعت دل آگاہ شے مخزن اسرار خدائی۔ صفائے باطنش محرم کعبۂ کبریائی خسرو اقلیم حال و قال جامع صفات جلال و جمال خلف حضرت خواجہ ناصر قدس سرہٗ اصلش از شاہجہان آباد شاعر فارسی ہندی منے نے غلط این چہ لائق دست بل شعر گفتن دون مرتبہ اوست ،، دیوانش اگرچہ مختصر است لیکن چون کلام حافظ سراپا انتخاب "

سودا ایک مقطع مین کہتے ہین :۔

	سودا بدل کے قافیہ تو اس غزل کو لکھ اے بے ادب تو درد سے بس دو بدو نہ ہو	

[۱] نکات الشعراء میر [۲] تذکرہ میر حسن

یہی ہین وہ رائین اور خیالات جو درد علیہ الرحمۃ کی عظمت کی بابت لوگون کے دلون مین تھے مگر سخت حیرت اور بے انتہا افسوس ہوتا ہے۔ جب آزاد کے بعض جملون پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ منجملہ اُن کے سب سے پہلے "یہ قصہ" مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کا گھرانہ اور یہ خاندان ایک محلہ مین رہتے تھے۔ اُن کے والد مرحوم کے زمانے مین شاہ صاحب عالم طفولیت مین تھے۔ ایکدن اُس جلسہ مین چلے گئے۔ اور خواجہ صاحب کے پاس جا بیٹھے۔ اُن کی مرید بہت سی کنچنیان بھی تھین۔ اور چونکہ اُسوقت رخصت ہوا چاہتی تھین۔ اس لئے سب سامنے حاضر تھین۔ باوجودیکہ مولوی صاحب اُسوقت بچہ تھے۔ مگر اُن کا تبسم طرز نظر دیکھکر خواجہ صاحب اعتراض کو پا گئے۔ اور کہا کہ فقیر کے نزدیک تو یہ سب مان بہنین ہین مولوی صاحب نے کہا کہ مان بہنون کو عوام الناس مین لے کر بیٹھنا کیا مناسب ہے۔ خواجہ صاحب خاموش ہو رہے"

اس روایت کو دیکھکر ایک دیکھنے والا جب درایت کی نظر سے اس کو جانچتا ہے تو اس کا ایک حصہ بھی صحیح نہین معلوم ہوتا۔

(۱) شاہ صاحب بچہ تھے۔ اور کنچنیون کو دیکھکر معترضانہ تبسم کیا۔ یہ ایک عجیب بات ہے بچون کو اعتراض سے کیا نسبت اور اگر بالفرض شاہ صاحب اس قابل تھے کہ وہ اُسوقت جواز و عدم جواز کی تمیز رکھتے تھے تو خود اس محفل مین تشریف کیون لے گئے۔ اور نادانستہ چلے بھی گئے تھے۔ تو وہان کیون بیٹھے نیز یہ کہ شاہ صاحب دلی کے اُس خاندان سراپا عظمت کے ایک فرد تھے جو اپنی تہذیب و متانت کے لئے ضرب المثل ہے۔ اُن سے ایک بزرگ پر یہ اعتراض ہونا ناممکن تھا جاننے والے جانتے ہین کہ پہلے بچون اور بزرگون مین رابطہ تہذیب کہان تک بڑھا ہوا تھا۔ بزرگون کے سامنے عام مجمع مین لبون کا تبسم آشنا ہونا بالکل دور از قیاس ہے۔ اگر کوئی اجنبی جگہ ہوتی تب بھی یہ ناگوار صورت شاید پیش آتی پھر جائیکہ ایک محلہ کے رہنے والے مشہور بزرگ جنکی تعظیم و تکریم وہ یقینی طریقہ پر اپنے بزرگون کے موافق کرتے ہون گے۔ وہان یہ نفرہ کہنا تعجب اور استعجاب کے کسی

درجہ کو باقی نہیں رکھتا۔ تیسرے یہ کہ خواجہ صاحب کے واپ مجلس کا رنگ شاہ عالم بادشاہ کے تصہ سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ اول تو ایسے اکابر صلحاء و فضلاء کی مجلسوں میں بچوں کا جانا کیا معنے۔ اور اگر سچ مچ بچے بھی گئے تھے تو یہ فقرے اور یہ دریدہ دہنی بالکل دور از قیاس ہے۔ چوتھے یہ کہ ایک بچہ کے تبسم آشنا لبوں کو دیکھ کر ایک سو فرسن رسیدہ بزرگ کا یہ عامیانہ فقرہ کہ فقیر کے نزدیک تو یہ سب ماں نہیں ہیں۔ بالکل بے جوڑ معلوم ہوتا ہے دو ہی باتیں ہیں یا تو خواجہ ناصر نے معترض کو قابل خطاب سمجھا۔ اس حالت میں وہ ہرگز بچہ نہیں مانے جا سکتے۔ اور اگر بچہ سمجھا تو ہرگز اس تبسم کا سوائے تبسم یا تادیب و خشمگینی کے اور کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا۔ اس پر اپنے آپ کو یہ کہنا کہ ہم تو فقیر ہیں ہمارے نزدیک سب ماں نہیں ہیں۔ یہ سب باتیں یا درہوا معلوم ہوتی ہیں۔ اور بجز اسکے کہ رنگین بیانی کی عادت نے آزاد مرحوم کو ایک حکایت کی تصنیف پر مجبور کیا اور کوئی معنی نہیں رکھتیں۔

آزاد مرحوم نے دوسرا ستم یہ کیا ہے کہ تین چار جگہ نہایت شوخ بیانی کے ساتھ یہ فقرہ بھی لکھ دیا ہے کہ میر تقی میر ان کو آدھا شاعر مانتے تھے۔ حالانکہ آج نکات الشعراء میر دنیا کے سامنے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب کے دل میں خواجہ صاحب کی عظمت ضرورت سے زیادہ تھی۔ ان کے الفاظ آج تک بتا تے ہیں کہ میر تقی میر کا دل خواجہ صاحب کی عظمت و عزت کا گہوارہ اور انکی محبت و الفت سے لبریز تھا۔

میر صاحب۔ یا میر حسن وغیرہ کے بیانات سے قطع نظر کر کے جب ایک متبحر اور نقاد میر درد رحمتہ اللہ علیہ کے کلام کا مطالعہ کرتا ہے تو بے ساختہ اس کی زبان سے یہ کلمات نکل جاتے ہیں کہ خواجہ میر درد کے برابر کوئی شاعر سرزمین ہند میں پیدا نہیں ہوا۔ جو ہمواری اور یکسانیت ان کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ وہ ان کے کسی معاصر یا ان سے پہلے اور بعد کے لوگوں کے یہاں نہیں ہے۔

کوئی شک نہیں کہ میر تقی میر مرحوم ایک مقبول مستند اور مشہور شاعر ہیں ان کا کلام

جذبات کا آئینہ ہے مگر اصل و حقیقت یہ ہے کہ خواجہ میر درد کے یہاں جو تاثیر و تاثر اور نشتریت ہے وہ میر کے یہاں ہرگز نہیں ہے۔ یہ صرف دعوے ہی نہیں بلکہ دونوں دیوانوں میں بعض بعض ہم طرح غزلیں موجود ہیں اُن کو ملا کر دیکھ لیجئے۔ اور اسی سے رفعت خیال کا اندازہ کر لیجئے۔ یہ صرف میرا ہی خیال نہیں ہے بلکہ جناب امداد امام صاحب اثر نے بھی کاشف الحقائق میں ایسی ہی رائے کا اظہار کیا ہے۔

خواجہ صاحب کے کلام میں اس ہمواری کی وجہ یہ ہے کہ وہ جس سجادہ فقر پر بیٹھے تھے اسی طرح دم آخر ۱۱۹۹ھ تک بیٹھے رہے خزاں اور بہار اُن کی نگاہ میں یکسان رہی۔ نہ کبھی کسی دربار میں جاکر مدح سرائی کی۔ اور نہ کوئی حریف پیدا کر کے ہجوگوئی اور فحاشی کی ضرورت پیش آئی اُن کے معاصرین کا کلام دیکھ جائیے کسی کے یہاں ہجو کے دفتر بھرے ہوئے ہیں۔ اور اپنے حریف کو وہ وہ کھری کھوٹی سُناتا ہے کہ متانت اور شائستگی انگشت بدندان ہو کر رہ جاتی ہے۔ کہیں کوئی کسی کے اوپر مہربان ہوا ہے تو اتنا کہ پھر غلو اور مبالغہ کا کوئی درجہ باقی نہیں رکھتا جس سے مداحی میں کام نہ لیا جائے مگر خواجہ صاحب کو دونوں سے سروکار نہیں۔ وہ اگر اپنے کلام میں خیال رکھتے ہیں تو اس بات کا کہ کہیں تاثیر اور درد کم نہ ہو جائے۔ مگر سچ پوچھیے تو کسی کے خیال رکھنے نہ رکھنے سے کچھ ہو ہی نہیں سکتا جبتک درد مند دل نہ ملے جب تک عشق کی چوٹیں اس پر متواتر نہ پڑیں اُسوقت تک یہ غیر ممکن ہے کہ کوئی اپنے کلام میں گداز پیدا کر کے پرتاثیر بنا لے۔ غالب؎

حسن فروغ شمع سخن دور ہے اسدؔ
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

قدما کے کلام میں جابجا تصوف کی چاشنی موجود ہے۔ میر۔ مصحفی۔ سودا۔ سوز۔ کم و بیش سب کے یہاں یہ رنگ پایا جاتا ہے۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ جن کو قدرتاً اس سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اُن کے یہاں ویسا ہی نقل اور اصل کا فرق بھی دکھائی دیتا ہے

لاکھ کچھ اپنے لطون کو چھپانے کی کوششین کی جاتی ہین۔ مگر عادت طبیعت ثانیہ بنکر دبی باتین کھلا دیتی ہے۔ جو کچھ کہ دلمین پوشیدہ ہوتی ہین۔ اس کی شہادت مین بڑے بڑے اساتذہ کے دیوان پیش کئے جا سکتے ہین۔ مگر خواجہ صاحب کی شاعری اس تلوّن سے بالکل پاک اور بے لوث ہے۔ ہر غزل مین یکسانیت اور ہمواری ویسی ہی ہے جیسی ہونی چاہیے۔ اکثر اشعار مین تصوف کے ایسے ایسے نازک مسائل اس طرح واضح کرکے بیان کیئے ہین کہ قال مین حال کا جلوہ نظر آتا ہے بہت سے شعر عاشقانہ درد و اثر سے لبریز ہین اور آجتک سننے والون کے دلون مین تڑپ پیدا کرتے ہین۔

اگرچہ خواجہ صاحب نے صفائی زبان کا ہر جگہ بجد خیال رکھا ہے۔ مگر پھر بھی متقدمین کے بہت سے الفاظ اُن کے کلام مین ایسے ملجاتے ہین جو تقریبًا اس زمانہ مین متروک ہو چکے تھے۔ مگر یہ کوئی عیب نہین ہے سچ پوچھیے تو باوجود ترک بھی۔ وہ اس قدر اچھے معلوم ہوتے ہین۔ کہ اُنکو مٹانے اور اُن کے بجائے دوسرے لفظ رکھنے کو جی نہین چاہتا۔ گویا پُرانی شراب ہے جسکی کہنگی اور بھی اُسکے واسطے باعث گرانقدری ہوگئی ہے۔

ابتذال اور رکاکت سے اُن کا کلام بالکل مُبرّا ہے اور ڈھونڈھنے سے ایک دو مثالین بھی نہین ملسکتین دیوان مین اخلاقی اشعار بھی جا بجا پائے جاتے ہین۔ مگر اُن مین خالی مولویت نہین بلکہ اُن مین بھی وہی درد اور وہی اثر موجود ہے ممکن نہین کہ ایک جگہ بھی شاعری شاعری کی حدود سے علحدہ ہوجائے۔

چند رباعیات اور متفرق اشعار بھی دیوان اردو کے آخر مین شامل ہین۔ مگر اس حد سے سرِمو علحدہ نہین ہین۔ جو خواجہ صاحب کا رنگ خاص ہے۔ بلکہ رباعیات تو کچھ اسدرجہ اُن کے نام سے مطابق واقع ہوئی ہین۔ کہ اگر کہنے والا یہ کہدے کہ ان مین غزلون سے زیادہ سوز و ساز بھرا ہوا ہے تو اُس کو غلط گو نہین کہا جا سکتا۔ گویا غزلین آبدار تلوارین ہین۔ قطعے سر تیز نشتر ہین۔ تو یہ رباعیات بھی تیز نوک کی سُوئیان ہین جو

دل میں چھپتی خون میں ڈوبتی اور وہیں پیوست ہو جاتی ہیں تجسس کرنیوالا غور کرے تو اس کو بہت آسانی سے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ خواجہ صاحب کے برابر ان کا کوئی معاصر رباعی کا مرد میدان نہیں ہے۔ اور بالتخصیص اس صنف خاص میں وہ سب سے بالا ہیں اور نہ ان کا یہ تفوق صرف زبان اردو تک محدود ہے بلکہ ان کی فارسی کی رباعیات جو فارسی کے مختصر دیوان میں ہیں اور زیادہ تعداد میں ہیں یہی درجہ رکھتی ہیں ۔ اگرچہ عمر خیام کا رنگ ان میں نہیں ہے ۔ اگرچہ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرح وہ سر بسر مضامین تصوف اور معاملہ بندی حسن و عشق کا آئینہ نہیں ہیں مگر جس طرز یا جن مطالب پر حاوی ہیں انمیں وہ کسی طرح خیام و ابوالخیر کی رباعیوں سے کم نہیں کہی جا سکتیں مانا کہ ان میں رندانہ سرخوشی ۔ بیباکی و مستی ۔ تقویٰ فروشی نہیں ہے۔ مگر تصوف کے نکات عشقیہ کو اس طرح درد واثر سے معمور کر کے بیان کیا ہے کہ سبحان اللہ ۔

دیوان میں ایک دو مخمس بھی ہیں اگرچہ برے نہیں ہیں پھر بھی ان کو معمولی سے زیادہ درجہ دینا کچھ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا ۔

البتہ اردو و نیز فارسی دونوں دیوانوں میں قصیدے کا وجود نہیں ہے اس کی وجہ وجیہہ یہی ہے کہ ان کا درویشانہ استغنا ہرگز یہ بات منظور اور گوارا نہ کرتا تھا کہ وہ اللہ والے ہو کر دنیاداروں کے سامنے دست سوال دراز کریں ۔کیونکہ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ قصیدہ خصوصاً گذشتہ زمانے میں کھانے کمانے اور امرا و روسا کو بیوقوف بنا کر ان سے کچھ اینٹھنے کا ایک آلہ تھا اور ان باتوں کی خواجہ صاحب کو کوئی ضرورت نہ تھی۔ وہ قناعت و توکل کے بندے تھے ۔ ابتدا میں کچھ سپاہیانہ انداز ضرور تھا ۔ مگر جب سے اپنے بزرگ باپ کے کہنے سے نوکری چھوڑی اور سجادہ فقر پر بیٹھے اسی وقت سے اس قسم کی تمام امیدوں اور امیدوں کے حصول کے طریقوں کو بھی نظر انداز کر دیا اس لئے تعجب کی بات نہیں ہے ۔ اگر ان کے دیوان میں کوئی مدحیہ قصیدہ نہیں پایا جاتا

مگر قصیدے کے نہ پائے جانے سے یہ مطلب نکالنا کہ وہ اس کے اہل یا اس میدان کے مرد نہ تھے ایک خطرناک غلطی ہے۔کیونکہ کسی کام کے نکرنے کو نہ جاننا نہیں کہہ سکتے جاننے والے جانتے ہیں کہ سب اصناف شاعری میں بڑی اور مشکل چیز غزل ہے۔ اسی سے ہر شاعر کی مشق سخنگوئی شروع ہوتی ہے۔اور اس میں کمال ہونا دوسری چیزوں کو بالکل مکمل کر دیتا ہے۔ رباعی ہو یا قصیدہ۔مثنوی ہو یا قطعہ۔ایک ماہر فن غزل گو ان تمام اصناف میں تھوڑی سی توجہ اور استغراق سے بہت کچھ کرسکتا ہے۔سوائے چند روزہ مشق کے اور اس کو کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اب یہ بات محتاج بیان نہیں رہی کہ خواجہ صاحب کو ان میں کمال تھا۔ پھر یہ کہنا کہ وہ قصیدہ کہنا نہ جانتے تھے۔ ایک قسم کی ناانصافی ہے۔البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اس طرف کبھی توجہ نہیں کی اور ان کو اس سے کبھی کوئی کام نہیں پڑا۔ورنہ شاید وہ اس صنف میں بھی سودا سے کم نہ رہتے۔

اگرچہ اوراد و وظائف اور اشغال طاعت و عبادت اُن کو شعر و شاعری کی طرف بہت کم توجہ کرنے دیتے تھے۔ ورنہ اس کے کوئی معنی نہیں ہیں کہ اُن کا دیوان اُردو و فارسی اس قدر مختصر ہوتا۔ مگر پھر بھی وہ کبھی اس سے قطع نظر نہ کرتے تھے۔اور ہر طریقہ سے باغ سخن کی آبیاری کرتے رہتے تھے۔ باوجود انہماک اشغال خدا پرستی اور کم فرصتی کے شعر و سخن کی اصلاح بھی جاری تھی۔اور سالکان راہ معنی کے لئے خضر طریق بن کر انکو راہ پر لگاتے رہتے تھے چنانچہ آپ کے فیض تربیت سے وہ وہ نامور شعرا پیدا ہوئے جن کے خیالات کی گلکاریوں نے اردو کے گلستان سخن کو سراپا باغ و بہار بنادیا جنکو تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں۔

قائم ۔ چاندپوری۔محمد قیام الدین نام تھا۔چاندپور بجنور کے ضلع کے رہنے والے تھے نہایت خوشگو بلکہ اپنے وقت کے اُستاد تھے۔ایک دیوان ضخیم ان سے یادگار

ہے جو اتبک شائع نہیں ہوا ۔ مگر اُمید ہے کہ جلد شائع ہوگا۔ اوّل مین خواجہ صاحب کے زمرۂ تلامذہ مین داخل ہوئے بعدہٗ سودا کے شاگرد ہوئے ۱۲۰۳ھ ہجری کا مین انتقال کیا۔ نمونہ کلام۔

کیون چھوڑتے ہو دُر د نہ جام مے کشو
ذرہ ہے یہ بھی آخر اُسی آفتاب کا

تابہ فلک نالہ تو پہونچا تھا رات
مین ہی کچھ اللہ کا ڈر کر گیا

لے گیا خاک مین ہمراہ دل اپنا قائم
شاید اس جنس کا یان کوئی خریدار نہ تھا

ہدایت ۔ ہدایت اللہ خان نام تھا دلی کے رہنے والے تھے ۔ نہایت خوش مذاق خوشگو شاعر تھے ۔ میر تقی میر نے نکات الشعرا مین ان کی نہایت مدح کی ہے چنانچہ لکھتے ہین "ریختہ را بطرز مسگوید ۔ از یاران خواجہ میراست ۔ . . . . . از وضع ادبسیار محظوظم"
۱۲۱۵ھ مین انتقال کیا۔
نمونہ کلام یہ ہے:۔

ناتوانی کا بھی احسان ہے مری گردن پر
کہ ترے پاؤن سے سر مجھکو اُٹھانے نہ دیا

وہ کیا کرے کہ محبت کا مقتضا ہے یہی
وگرنہ فائدہ اُس کو مرے ستانے سے

شب ہجران مین ترے صبح کے ہوتے ہوتے
استخوان شمع صفت بہہ گئے رُوتے رُوتے

قیس و دن مر گیا فرہاد کی وہ شکل ہوئی
آہ اس کوہ و بیابان مین کئی یار تھے ہم

فراق - نام حکیم ثناء اللہ خان - دہلی کے رہنے والے تھے - مولوی محمد حسین آزاد نے ان کو خواجہ صاحب کے مشہور ترین شاگردون مین لکھا ہے - تمام اہل تذکرہ انکی خوشگوئی کے معترف ہین - یہ خواجہ صاحب کے مرید بھی تھے - تذکرہ گلشن بیخار - جو ۱۲۴۷ھ مین لکھا گیا ہے اس سے چند برس پہلے انتقال کیا - نمونہ کلام یہ ہے -

گو درد سر اے ناصح ہے گردش پیمانہ
پر ہمکو تو صندل ہے خاک در میخانہ
اسیرونکی قسم تجھکو صبا سچ کہہ کہ گلشن مین
کوئی اُن ہمنواؤن سے مجھے بھی یاد کرتا ہے
جون ریگ رواں خاک نشین ہو مگر ازل سے
نے قصد وطن کا نہ ارادہ ہے سفر کا

اثر - خواجہ محمد میر نام تھا - خواجہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے ان کا کلام درد و اثر مین خواجہ صاحب سے ملتا جلتا ہے - ایک دیوان اور مثنوی انسے یادگار ہے - مگر اب دونون نایاب ہین - خواجہ صاحب کے انتقال کے بعد آپ اُن کے جانشین ہوئے نمونہ کلام یہ ہے :-

تو ہی بہتر ہے آئینہ ہم سے
ہم تو اتنے بھی رُوشناس نہین
بیان مین کیا کرون اب اس سے آگے اپنی کاہی
ترے یہ طور اور مجھکو تجھی سے کام رہتا ہے
بے گنا ہون سے دل کو صاف کرو
نہین تقصیر پہ معاف کرو

دوست ہوتا جو وہ تو کیا ہوتا
دشمنی پر تو پیار آتا ہے
یارب قبول ہووے اتنی دعا تو بارے
دونوں جہان ہارے عاشق پہ جی نہ ہارے

بیدار - میر محمد علی نام - اور میر محمدی عرف تھا - ان کی شاگردی کے متعلق اختلاف ہے قدرت اللہ شوق اور میر صاحب نے ان کو مرتضٰی قلی بیگ کا شاگرد لکھا ہے صاحب تذکرۂ سخن شعراء گلشن بیخار بھی مصنفین کے ہمنوا ہیں - آزاد اور میر حسن ان کی شاگردی کے متعلق کچھ بیان نہیں کرتے - تذکرہ خمخانہ جاوید - شعر الہند میں خواجہ میر درد کا شاگرد بتایا گیا ہے - مگر مولوی عبد الحی صاحب مصنف گل رعنا لکھتے ہیں کہ فارسی میں مرتضٰی قلی بیگ سے اصلاح لیتے تھے اور اردو میں خواجہ میر درد سے - بہرصورت یہ صاحب دیوان اور نہایت خوشگو شاعر تھے - دہلی میں عرب سرائے میں قیام تھا - آخر میں آگرہ چلے گئے تھے اور وہیں مستقلاً سکونت اختیار کر لی تھی سنہ ۱۲۰۹ھ (۱۷۹۴ء) میں وفات پائی - نمونہ کلام یہ ہے:-

کس کس کا دل نہ شاد کیا تو نے اے فلک
اک میں ہی غمزدہ ہوں کہ نا شاد رہ گیا
کرو ہوں شاد دل اپنا ترے تصور سے
اگر یہ شغل نہ ہوتا تو کیا کیا ہوتا
چھوڑ کر کوئے بتاں جاتا ہے تو کعبہ کو
جلد پھریو تجھے بیدار خدا کو سونپا

طپش - مرزا محمد اسمٰعیل نام تھا - مرزا جان عرف تھا - دہلی کے رہنے والے تھے مگر بعدۂ لکھنؤ چلے آئے تھے - اور مرزا جہاندار شاہ کی رفاقت میں زندگی بسر کرتے تھے بعد ازاں بنگالہ چلے گئے اور شہر ڈھاکہ میں نواب شمس الدولہ کے مصاحبین میں

داخل ہو گئے ۔ خواجہ صاحب سے اصلاح لیتے تھے ۔ ایک کلیات ان سے
یادگار ہے مقطع خصوصیت سے نہایت عمدہ کہتے تھے ۔

ایسی کیا کی ہو ولا ہم نے تبون کی چوری
دیکھکر ہمکو جو یہ آنکھ چرا جاتے ہین
کسکی طرف سے آج طپش تجکو یاس ہے
سچ کہہ ہمارے سر کی قسم کیون اُداس ہے
نے پیروی قیس نہ فرہاد کرین گے
ہم طرز جنون اور ہی ایجاد کرین گے
جب کہین غنچۂ پژمردہ نظر آتا ہے
دل سمجھکر اُسے چھاتی سے لگا لیتے ہین

نثار ۔ محمد پناہ خان نام تھا خواجہ میر حسن نے ان کو خواجہ صاحب کے نومشق تلامذہ مین
لکھا ہے اور ایک شعر نقل کیا ہے ۔ یہ رائے قائم کی ہے ۔ "نومشق است خوب خواہد گفت"
نمونہ کلام مین وہی ایک شعر لکھا جاتا ہے ۔

آنکھون سے لخت دل کو آنسو نکال دے ہے
مردے کو جس طرح سے پانی اچھال دے ہے

الم ۔ خواجہ صاحب میر نام تھا ۔ خواجہ صاحب کے صاحبزادے تھے
اثر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے اگرچہ آپ کی شاگردی
کے متعلق سب تذکرہ نویس خاموش ہین ۔ مگر قیاس چاہتا ہے کہ ایسے کامل الفن
بزرگ باپ کو چھوڑکر اور کسی کے کیا شاگرد ہوئے ہون گے
سنہ ۱۲۴۹ھ تک زندہ مرشد آباد مین موجود تھے ۔

نمونہ کلام یہ ہے :-

اب تو اُس بُت کو ہم نے رام کیا
بس خدا تجھ کو بھی سلام کیا

القصہ خواجہ صاحب کے جسقدر شاگرد تھے وہ سب اُستادی کے درجہ پر فائز تھے۔ اور سب اپنے زمانے کے خوش گو خوش مذاق شعرائے مشاہیر مین شمار ہوتے تھے۔

خواجہ صاحب کی وفات کے بارے مین اختلاف ہے تذکرہ آبحیات مین ۱۱۹۹ھ آپ کا سال وفات لکھا ہے۔ مگر مرزا علی لطف نے ۱۲۰۰ھ اور مصحفی ۱۲۰۹ھ لکھتے ہین۔ مگر مصنف آب حیات کا قول زیادہ مستند ہے۔ کیونکہ خواجہ صاحب کے معاصر شاعر بیدار نے جو خواجہ صاحب کی تاریخ وفات لکھی ہے اُس سے بھی یہی تاریخ نکلتی ہے۔

مصرع تاریخ

ہائے دنیا سے سدھارا وہ خدا کا محبوب

میرا قصد تھا کہ خواجہ صاحب کے دیوان فارسی سے کچھ اشعار منتخب کر کے یہان درج کر دون۔ مگر چونکہ اس وقت ان کے فارسی کلام سے بحث کرنا مقصود نہین ہے اس واسطے اس خیال کو چھوڑ دیا۔

البتہ اُردو کے دیوان سے اس جگہ کچھ درج کرنا ضروری تھا۔ مگر یہ خیال مانع ہے کہ خواجہ صاحب کا اُردو کا تمام و کمال کلام ناظرین کے سامنے ہے۔ اُسی مین ہر مذاق کے موافق شعر موجود ہین صاحب ذوق ہر طرح کے اشعار آپ اپنی ذوق آگین نگاہون سے چن لین گے۔ میرے لکھنے سے سوائے طول کلام کے اور کیا نتیجہ ہوگا۔ لہذا اُس کو بھی یونہین چھوڑتا ہون مجھے نظامی پریس کے نسخہ سے بھی اس نسخہ کے مقابلہ کا اتفاق ہوا۔ مگر بہت سے ایسے اختلافات جو اس نسخہ اور اُس مین تھے مین نے

اُن میں اسی نسخہ کو ترجیح دی کیونکہ ترجیح بلا وجہ کچھ اچھی نہیں معلوم ہوئی ۔ البتہ ایک نسخہ شاہی پریس سلطان المطابع کا چھپا ہوا اور ایک قلمی مجھے نہایت ہی مستند معلوم ہوئے اور انہیں دونوں پر اس نسخہ کی تصحیح کی بنا رکھی گئی بعض جگہ نظامی پریس کے اختلاف کو ترجیح دے کر اُس کے مطابق بھی بنا دیا گیا ہے ۔ فقط

عبدالباری آسی

۱۱ر فروری ۱۹۲۰ء

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان

دیوان اُردو خواجہ میر درد

مطبع منشی نولکشور مقام لکھنؤ میں بحسن خوبی طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الالف

مقدور ہمین کب ترے وصفون کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اُس مسندِ عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا

بستے ہین ترے سایہ مین سب شیخ و برہمن
آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا

ہے خوف اگر جی مین تو ہے تیرے غضب کا
اور دل مین بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا

مانندِ حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پہ اس بحر مین عرصہ کوئی دم کا

ماہیتون کو روشن کرتا ہے نور تیرا
اعیان ہین مظاہر ظاہر ظہور تیرا

یان افتقار کا تو امکان سبب ہوا ہے
ہم ہون نہ ہون ولے ہے ہونا ضرور تیرا

باہر نہ آسکی تو قیدِ خودی سے اپنی
اے عقلِ بے حقیقت دیکھا شعور تیرا

ہے جلوہ گاہ تیرا کیا غیب کیا شہادت
یان بھی شہود تیرا وان بھی حضور تیرا

جھکتا نہین ہمارا دل تو کسی طرف یان
جی مین سما رہا ہے از بس غرور تیرا

اے درد منبسط ہے ہر سو کمال اُس کا
نقصان گر تو دیکھے تو ہے قصور تیرا

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا
ہم سبھی مہمان تھے وان تو ہی صاحبخانہ تھا

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

حیف کہتے ہین ہوا گلزار تاراجِ خزان
آشنا اپنا بھی وان اک سبزۂ بیگانہ تھا

ہو گیا مہمان سرائے کثرتِ موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوتخانہ تھا

بھول جا خوش رہ عبث وے سابقے مت یاد کر
درد یہ مذکور کیا ہے آشنا تھا یا نہ تھا

کبھو خوش بھی کیا ہے دل کسی رند شرابی کا
بھڑا دے مُنھ سے مُنھ ساقی ہمارا اور گلابی کا

چھپے ہرگز نہ مثلِ بُو وہ پردون کے چھپائیسے
مزا پڑتا ہے حسن گُل پیرہن کو بیحجابی کا

شرار و برق کی سی بھی نہین یان فرصت ہستی ہا
فلک نے ہمکو سونپا کام جو کچھ تھا شتابی کا

مین اپنا دردِ دل چاہا کہون جس پاس عالم مین
بیان کرنے لگا قصہ وہ اپنی ہی خرابی کا

کبھو در چرخ دیکھا تو سواری کے نہین قابل
مہِ نو سے ہے پیدا عیب اُسکی بدرکابی کا

زمانے کی نہ دیکھی جرعہ ریزی درد کچھ تو نے
ملایا مثلِ مینا خاک مین خون ہر شرابی کا

جان پہ کھیلا ہون مین میرا جگر دیکھنا
جی نہ رہے یار ہے مجھکو ادھر دیکھنا

گرچہ وہ خورشید رو منت ہے مرے سامنے
تو بھی میسّر نہین بھر کے نظر دیکھنا

سو بھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک
اور تو یان کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

ذکرِ وفا کیجئے اُس سے جو واقف نہ ہو
کہتے ہو کس سے یہ تم ٹک تو ادھر دیکھنا

مثلِ شررِ رنگ جسم ہستی بے بود ہے
دیکھ نہ سکتا اُسے ٹک بھی جدھر دیکھنا

نالۂ دل کا اثر دیکھ لیا درد بس
جی میں نہ رہ جائے یہ آہ بھی کر دیکھنا

اکسیر پہ ہوس اتنا نہ ناز کرنا — بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا
کب دل ملے کسی کا ہم غنچہ دونسے کھل کر — ہے اپنے دل سے لازم جوں غنچہ ساز کرنا
اے آنسو وہ نہ آوے کچھ دل کی بات منھ پر — لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا
تو اپنے پلکوں آپ ہی پڑتا ہے تفرقہ میں — اے امتیاز نادان ٹک امتیاز کرنا

ہم جانتے نہیں ہیں اے درد کیا ہے کعبہ
جیدھر سے ملتے وہ ابرو اودھر نماز کرنا

مثل نگین جو ہم سے ہوا کام رہ گیا — ہم روسیاہ جاتے رہے نام رہ گیا
یا رب یہ دل ہے یا کوئی مہمان سرا ہے — غم رہ گیا کبھو کبھو آرام رہ گیا
ساقی مرے بھی دل کی طرف ٹک نگاہ کر — لب تشنہ تیری بزم میں یہ جام رہ گیا
سو بار سوز عشق نے دی آگ پر ہنوز — دل وہ کباب تھا کہ جگر خام رہ گیا
ہم کب کے چل بسے تھے پہ اے آرزوئے وصال — کچھ آج ہوتے ہوتے سرانجام رہ گیا
مدت سے وہ تپاک تو موقوف ہو گئے — اب گاہ گاہ بوسہ پیغام رہ گیا

ازبس کہ ہم نے حرف دوئی کا اٹھا دیا
اے درد اپنے وقت میں ابہام رہ گیا

جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا — تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
جان سے ہو گئے بدن خالی — جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا
نالہ فریاد آہ اور زاری — آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا
ان لبوں نے نہ کی مسیحائی — ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

زور عاشق مزاج ہے کوئی

درد کو قصہ مختصر دیکھا

عاشقِ بیدل ترا یاں تک تو جی سے سیر تھا
زندگی کا اس کو جو دم تھا وہ شمشیر تھا

کی تو تھی تاثیر آہِ آتشیں نے اس کو بھی
جب تلک پہونچے ہی پہونچے راکھ کا یاں ڈھیر تھا

حرص کرواتی ہے روبہ بازیاں سب ورنہ یاں
اپنے اپنے بور یے پر جو گدا تھا شیر تھا

اشک نے میرے بلائے کتنے ہی دریا کے پاٹ
دامنِ صحرا میں ورنہ اسقدر کب گھیر تھا

شیخ کعبہ ہو کے پہونچا ہم کنشت دل میں ہو
درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر تھا

کام یاں جس نے جو کہ ٹھہرایا
جب تلک ہووے آپ ہی کام آیا

بے طرح کچھ الجھ گیا تھا دل
بیوفائی نے تیری سلجھایا

آنسو کب تک کوئی پیے جاوے
اس محبت نے جی بہت کھایا

دشمنی میں بھی نہ ہووے گا
جو ہمیں دوستی نے دکھلایا

ہم نہ سکتے تھے منہ نہ چڑھا اسکے
درد کچھ عشق کا مزا پایا

اگر یوں ہی یہ دل ستاتا رہے گا
تو اک دن مرا جی ہی جاتا رہے گا

میں جاتا ہوں دل کو ترے پاس چھوڑے
مری یاد تجھ کو دلاتا رہے گا

گلی سے تری دل کو لے تو چلا ہوں
میں پہونچوں گا جبتک یہ آتا رہے گا

جفا سے غرض امتحان وفا ہے
تو کہہ کبتلک آزماتا رہے گا

قفس میں کوئی تمسے اے ہمصفیرو
خبر گل کی ہمکو سناتا رہے گا

خفا ہو کے اے درد مر تو چلا تو
کہاں تک غم اپنا چھپاتا رہے گا

جی میں ہے سیرِ عدم کیجئے گا
تابکے خلق سے رم کیجئے گا

مورد قہر تو یاں ہم ہی ہیں ہے ہے
اور کس پر یہ کرم کیجئے گا

سخت بیباک ہے یہ خامۂ شوق
اپنے ہاتھوں کو قلم کیجئے گا ہے

ٹک بھی گردوں نے اگر فرصت دی
عیش کو کشتۂ غم کیجئے گا

گرمی اشک سے مانند شراب
آب و آتش کو بہم کیجئے گا

سینۂ دل کے تئیں داغوں سے
رشک گلزار ارم کیجئے گا

قصد ہے قطع بطور مستان
عرصۂ دیر و حرم کیجئے گا

لہر جب آوے گی جی میں جوں برق
راہ طے اک دو قدم کیجئے گا

شدت مہر بتاں دل سے آہ
درد کس طرح سے کم کیجئے گا

ہم نے کس رات نالہ سر نہ کیا
پر اسے آہ نے اثر نہ کیا

سب کے ہاں تم ہوئے کرم فرما
اس طرف کو کبھو گذر نہ کیا

کیوں بھویں تانتے ہو بندہ نواز
سینہ کس وقت میں سپر نہ کیا

کتنے بندوں کو جان سے کھویا
کچھ خدا کا بھی تو نے ڈر نہ کیا

دیکھنے کو رہے ترستے ہم
نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا

آپ سے ہم گذر گئے کب کے
کیا ہے ظاہر میں گو سفر نہ کیا

کونسا دل ہے وہ کہ جس میں آہ
خانہ آباد تو نے گھر نہ کیا

تجھ سے ظالم کے سامنے آیا
جان کا میں نے کچھ خطر نہ کیا

سب کے جوہر نظر میں آئے درد
بے ہنر تو نے کچھ ہنر نہ کیا

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا

رات مجلس میں ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا

ذکر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن
میں جو پہونچا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے
واں یہ پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

پرورش غم کی ترے یاں تئیں تو کی دیکھا
٦١٣٠ کوئی بھی داغ تھا سینے میں کہ ناسور نہ تھا

محتسب آج تو میخانہ میں تیرے ہاتھوں
دل نہ تھا کوئی کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا

درد کے ملنے سے اے یار برا کیوں مانا
اُسکو کچھ اور سوا دید کے منظور نہ تھا

جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا
کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا

اُن نے قصداً بھی میرے نالے کو
نہ سُنا ہوگا گر سُنا ہوگا

دیکھیے غم سے اب کے جی میرا
نہ بچے گا بچے گا کیا ہوگا

دل زمانے کے ہاتھ سے سالم
کوئی ہوگا کہ رہ گیا ہوگا

حال مجھ غمزدے کا جس تس نے
جب سُنا ہوگا رو دیا ہوگا

دل کے پھر زخم تازے ہوتے ہیں
کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا

یک بیک نام لے اُٹھا میرا
جی میں کیا اُس کے آ گیا ہوگا

قطعہ

میرے نالوں پہ کوئی دنیا میں
بن کیے آہ کم رہا ہوگا

لیکن اُس کو اثر خدا جانے
نہ ہوا ہوگا یا ہوا ہوگا

قتل سے میرے وہ جو باز رہا
کسی بدخواہ نے کہا ہوگا

دل بھی اے درد قطرۂ خون تھا
آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاہتا ہوں اور کو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکا

رکھتا ہوں ایسے طالع بیدار میں کہ رات
ہمسایہ میرے نالوں کی دولت نہ سو سکا

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

وحشت عدم مین جا کے نکالونگا جی کا غم
کنج جہان مین کھول کے دل مین نہ رو سکا

جون شمع روتے روتے ہی گذری تمام عمر
تو بھی تو درد داغ جگر مین نہ رُو سکا

اندازہ وہ ہی سمجھے مرے دل کی آہ کا
زخمی جو کوئی ہوا ہو کسی کی نگاہ کا

زاہد کو ہم نے دیکھ لیا جون نگین لیکن
روشن ہوا ہے نام تو اس روسیاہ کا

ہرچند فسق مین تو ہزارون ہین لذتین
لیکن عجب مزا ہے فقط دل کی چاہ کا

لے کر ازل سے تا بہ ابد ایک آن ہے
گر در میان حساب نہ ہو سال و ماہ کا

رحمت قدم نہ رنجہ کرے گر تری ادھر
یا رب ہے کون پھر تو ہمارے گناہ کا

دل اُس مژہ سے رکھیو نہ تو چشم راستی
لے بنجیر بُرا ہے یہ فرقہ سپاہ کا

شاہ و گدا سے اپنے تئین کام کچھ نہین
نے تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا

سو بار دیکھین مین نے تری بے وفائیان
تس پر بھی نت غرور ہے دل مین نباہ کا

اے درد چھوڑتا ہی نہین مجھکو جذب عشق
کچھ کہربا سے بس نہ چلے برگ کاہ کا

دل کسکی چشم مست کا سرشار ہو گیا
کسکی نظر لگی جو یہ بیمار ہو گیا

کچھ ہے خبر تجھے بھی کہ اُٹھ اُٹھ کے راتکو
عاشق تری گلی مین کئی بار ہو گیا

بیٹھا تھا خضر آکے مرے پاس ایکدم
گھبرا کے اپنی زیست سے بیزار ہو گیا

چاکِ جگر تو سیکڑون خاطر مین کچھ نہ تھے
دلکی تپش کے آگے مین ناچار ہو گیا

کھٹکی کبھو دلون مین نہ تیری صدا جرس
نالہ مرا تو چھوٹتے ہی پار ہو گیا

اے درد جیسے یار ہے اپنے سلوک مین
خطا زخم دل کو مرہم زنگار ہو گیا

تمنے تو ایک دن بھی نہ ایدھر گذر کیا
ہمنے ہی اس جہان سے آخر سفر کیا

جن کے سبب سے دیر کو تو نے کیا خراب / اے شیخ اُن بتوں نے مرے دل میں گھر کیا
تیرے سبب سے اور بھی مجھ پر غضب ہوا / اے نالہ واہ خوب ہی تو نے اثر کیا
کم فرصتی نے ہستی بے اعتبار کی / شرمندہ تیرے آگے ہیں اے شرر کیا
پیکان و دل کے ساتھ ہوا جب معاوضہ / سینہ سے تب خدنگ نے تیرے گذر کیا
روتا ہوں گرم جوشی سے یاد کرکے درد / آتش نے مجھکو شمع کے مانند تر کیا

شب گذری اور آفتاب نکلا / تو گھر سے بھلا شتاب نکلا
اے آتش عشق جس کو ہم یاں / دل سمجھے تھے سو کباب نکلا
ادھر کو جو مسکرا کے دیکھا / کچھ تو جی سے حجاب نکلا
ہر چند کئے ہزار نالے / پر دل سے نہ اضطراب نکلا
میخانۂ عشق میں تو اے درد / محتسبانہ کوئی خراب نکلا

مانند فلک دل متوطن ہے سفر کا / معلوم نہیں اُس کا ارادہ ہے کدھر کا
جوں چاہیے اس طرح بیاں ہمسے نہ ہوگا / کرتے نہیں سے ہی تو وصف انہیں کمر کا
آزاد کسی کی بھی اُٹھاتے نہیں منت / دیکھا نہ کسی سرو کو تہ بار ثمر کا
بے خون جگر داغ تو مرجھا ہی چلے تھے / ہوتا نہ اگر چشمہ مرے دیدۂ تر کا
کہسار پہ ہر سنگ یہ کہتا تھا پکارے / اے درد مقر ہوں ترے نالوں کے اثر کا

ٹھہر جا ٹک بات کی بات اے صبا / کوئی دم کو ہم بھی ہو گئے ہیں ہوا
لے نہ جاوے حرص اہل فقر کو / بہ سکے کب موج نقش بوریا
رات جب پہنچا میں اُس کے روبرو / جوں زبان شمع گم تھا مدعا

کھل گیا جو کچھ کہ تھا اسے نیستی
ہستی موہوم کا یان افترا

درد میری تیرہ بختی کے تئین
ڈھونڈھیو ہمسایۂ ظل ہما

کھلا دروازہ میرے دل پہ از بس اور عالم کا
نہ اندیشہ ہے شادی کا مجھے نے فکر ہے غم کا

بلند و پست سب ہموار ہین یان اپنی نظرون مین
برابر سا زمین ہوتا ہے جون سُر زیر اور بم کا

گلستان جہان کا دید کیجیو چشم عبرت سے
کہ ہر اک سرو قامت ہے اس چمن مین نخل ماتم کا

چمن مین باغبان سے صبح کو کہتی تھی یہ بلبل
گلون کے منھ پہ یون چڑھتی ہے دیدہ دیکھ شبنم کا

نہین مذکور شاہان درد ہرگز اپنی مجلس مین
کبھو کچھ ذکر آیا بھی تو ابراہیم ادہم کا

سینہ و دل حسرتون سے چھا گیا
بس ہجوم یاس جی گھبرا گیا

کھبے کچھ دیکھا نہ ہم نے جز جفا
پر وہ کیا کچھ ہے کہ جی کو بھا گیا

کھل نہین سکتی ہین اب آنکھین مری
جی مین یہ کس کا تصوّر آ گیا

مین تو کچھ ظاہر نہ کی تھی دل کی بات
پر مری نظرون کے ڈھب سے پا گیا

پی گئی کتنون کا لوہو تیری یاد
غم ترا کتنے کلیجے کھا گیا

مٹ گئی تھی اُسکے جی سے تو جھجک
درد کچھ بک بک کے تو چونکا گیا

دنیا مین کون کون نہ یکبار ہو گیا
پر منھ پھر اس طرف نکیا اُسنے جو گیا

پھرتی ہے میری خاک صبا دربدر لئے
اے چشم اشکبار یہ کیا تجھکو ہو گیا

آگاہ اس جہان سے نہین غیر بیخودان
جاگا وہی ادھر سے جو موند آنکھ سو گیا

طوفان نوح نے تو ڈبائی زمین فقط
مین ننگ خلق ساری خدائی ڈبو گیا

برہم کہین نہ ہو گل و بلبل کی آشتی
ڈرتا ہون آج باغ مین وہ تند خو گیا

واعظ کسے ڈراتا ہے یوم الحساب سے
گریہ مرا تو نامۂ اعمال دھو گیا

پھولینگے اس زبان مین گلزار معرفت
یان مین زمین شعر مین یہ تخم بو گیا

آیا نہ اعتدال پہ ہرگز مزاج دہر
مین گرچہ گرم و سرد زمانہ سمو گیا

اے درد جسکی آنکھ کھلی اس جہان مین
شبنم کی طرح جان کو اپنی وہ رو گیا

تجھی کو جو یان جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

مرا غنچۂ دل ہے وہ دل گرفتہ
کہ جس کو کسی نے کبھی وا نہ دیکھا

یگانہ ہے تو آہ بیگانگی مین
کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا

اذیت مصیبت ملامت بلائین
ترے عشق مین ہمنے کیا کیا نہ دیکھا

کیا مجھکو داغون نے سرو چراغان
کبھو تو نے آکر تماشا نہ دیکھا

تغافل نے تیرے یہ کچھ دن دکھائے
ادھر تو نے لیکن نہ دیکھا نہ دیکھا

حجاب رخ یار تھے آپ ہی ہم
کھلی آنکھ جب کوئی پردا نہ دیکھا

شب و روز اے درد درپے ہون اسکے
کسو نے جسے یان نہ سمجھا نہ دیکھا

نشہ کیا جانے وہ کہنے کو مے آشام ہو شیشا
جہان مین دختر رز سے عبث بدنام ہو شیشا

صراحی دکھ دو تنک خلق اے ساقی بھرے لے ہے
مگر اپنا ہی خالی ہون دل ناکام ہے شیشا

شب و روز اس طرح گذری ہو اپنی تو نہ پوچھ کچھ
صراحی صبح کو گر ہاتھ ہے تو شام ہو شیشا

نگاہ مست ان آنکھونکی ٹک یا پھر بھی ہو ساقی
کہ ہم کم حوصلان کے حق مین ہر اک جام ہو شیشا

نہو گل گل شگفتہ کیونکہ دل اے درد مستون کا
مے گلگون کی دولت سر بسر گلفام ہے شیشا

تو جب کہے گھر سے نکل گیا تھا
اپنا بھی تو جی نکل گیا تھا

اب دل کو سنبھالنا ہے مشکل — اگلے دنوں کچھ سنبھل گیا تھا
آنسو مرے جو انکھوں نے پونچھے — کل دیکھ رقیب جل گیا تھا
پھر ہونے لگا یہ دل تو بےچین — کتنے روز دن بہل گیا تھا
بارے پھر مہربان ہوا ہے — کس طرح سے کچھ بدل گیا تھا
شب ٹک جو ہوا تھا وہ ملائم — اپنا بھی تو جی پگھل گیا تھا

میں سامنے سے جو مسکرایا
ہونٹھ اُس کا بھی درد ہل گیا تھا

یوں ہی ٹھہری کہ ابھی جائیے گا — پھر شتابی تو بھلا آئیے گا
جی کی جی ہی میں نہ رکھ جائیے گا — بات جو ہوگی سو فرمائیے گا
رُخ ہمارا ابھی اگر پائیے گا — تو ہی منہ اپنا بھی دکھلائیے گا
میں جو پوچھا کبھو آوگے کہا — جی میں آجائے گا تو آئیے گا
کیونکہ گذرے گی بھلا دیکھوں ہوں — گر اسی طرح سے شرمائیے گا
میں خدا جانے یہ کیا دیکھوں ہوں — آپ کچھ جی میں نہ بھرمائیے گا
میرے ہونے سے عبث رُکتے ہو — پھر اکیلے بھی تو گھبرائیے گا
پُوچھ کر حال تو کچھ سُنتے نہیں — بس مجھے اور نہ بہلائیے گا
کبھو ہم کو بھی بھلا کوچے میں — پھرتے چلتے نظر آ جائیے گا
زلف میں دل کو تو اُلجھاتے ہو — پھر اسے آپ ہی سلجھائیے گا
خدمت اوروں ہی کو فرماتے ہو — کبھو بندہ کو بھی فرمائیے گا
قتل تو کرتے ہو مجھ کو لیکن — بہت سا آپ ہی پچھتائیے گا
حرم و دیر تو ہم چھان چکے — کہیں اُس کا بھی نشاں پائیے گا

درد ہم اُس کو تو سمجھائیں گے پر

اپنے تئین آپ ہی سمجھائیے گا

بظاہر کہین غنچہ دل سے ملا تھا
گل اُس کا گریبان دستِ قضا تھا

تمنا مرخص ہوئی نا اُمیدی
یہ کیا ہو گیا اور مرے دلمین کیا تھا

جو اس طرح غیرون سے ملتا پھرے ہو
کبھی تو ہمارا بھی وہ آشنا تھا

کہا مین مرا حال تم تک بھی پہونچا
کہا تب اچھا سا کچھ مین سُنا تھا

بُرائی تری کچھ نہین بات کیا ہے
مرا دل ہی یہ میرے حق مین بُرا تھا

تم اگر جو پہلے ہی مجھسے ملے تھے
لگا ہون مین جادو سا کچھ کر دیا تھا

بلا مین جو کچھ اُس کے ملنے سے دیکھین
نہ ملتے تو اے دردؔ اُس سے بھلا تھا

اپنا تو نہین یار مین کچھ یار ہون تیرا
تو جسکی طرف ہووے طرفدار ہون تیرا

کُڑھنے پہ مرے جی نہ کُڑھا تیری بلا سے
اپنا تو نہین غم مجھے غمخوار ہون تیرا

تو چاہے نہ چاہے مجھے کچھ کام نہین ہے
آزاد ہون اس سے بھی گرفتار ہون تیرا

تو ہووے جہان مجھکو بھی ہونا وہین لازم
تو گُل ہے مریجان تو مین خار ہون تیرا

ہے عشق سے میرے ہی ترے حُسن کا شہرہ
مین کچھ نہین پر گرمیٔ بازار ہون تیرا

میری بھی طرف تو کبھی آ جا مرے یوسف
بُڑھیا کی طرح مین بھی خریدار ہون تیرا

اے دردؔ مجھے کچھ نہین اب اور تو آزار
اُس چشم سے کہدینا کہ بیمار ہون تیرا

تو کب تئین مجھسا تہ مری جان ملیگا
ایسا بھی کبھو ہوگا کہ پھر آن ملیگا

چلئے کہین اُس جا پہ کہ ہم تم ہون اکیلے
گوشہ نہ ملے گا کوئی میدان ملیگا

شیوہ نہین اپنا تو عبث ہرزہ یہ بکنا
کچھ بات کہین گے جو کوئی کان ملیگا

رو بیٹھیگا میری ہی طرح دین کو اپنے
کافر جو ترے ساتھ مسلمان ملے گا

نزدیک ہو پر اپنے بابا ہو چکے کب آوے — ملجائیگا تو دور سے پہچان ملیگا
یون وعدے ترے ولے تسلی نہین کرتے — تسکین تبھی ہووےگی جس آن ملیگا

اے درد کہا مین نے اب جس سے کہ جا ہو
کہنے لگا تجھسا کوئی انسان ملے گا

سحر ہوتے ہی اُٹھکر وہ جو گھر سے باہر نکلا — اُدھر ہی اتفاقاً پھرتے پھرتے مین بھی جا نکلا
مرے دل کو جو تو ہر دم بھلا اتنا ٹٹولے ہے — تصور کے سوا تیرے بتا تو اسمین کیا نکلا
مین اپنا حال کہہ سارا جو پوچھا وعدہ آنیکا — کہا سُن سُن کے سب باتون کو آخر مدعا نکلا
مری تعریف کی تھی اُس سے بعضون نے تو وہ سنکر — لگا کہنے جو سُنتے تھے وہ اپنا آشنا نکلا

ملے ہے درد اُسکے ساتھ دیکھا تو عزیزی سے
گھمنڈ اُسکے جو تھا جی مین سو اب شاید گیا نکلا

ترے کہنے سے مین از بس کہ باہر ہو نہین سکتا — ارادہ صبر کا کرتا تو ہون پر ہو نہین سکتا
کہا جب مین ترا بوسہ تو جیسے قند ہے پیارے — لگا تب کہنے پر قند مکرر ہو نہین سکتا
دلِ آوارہ اُلجھے یان کسو کی زلف سے یارب — علاج آوارگی کا اس سے بہتر ہو نہین سکتا
مری بے صبریون کی بات سُن سب سے وہ کہتا ہے — تحمل مجھسے بھی تو حال سُن کر ہو نہین سکتا
کرے کیا فائدہ ناچیز کو تقلید اچھون کی — کہ جم جانیسے کچھ اولا تو گوہر ہو نہین سکتا
نہین چلتا ہے کچھ اپنا تو تیرے عشق کے آگے — ہمارے دلپہ کوئی اور تو ڈر ہو نہین سکتا
ق
کہا مین یون تو ملجاتے ہو آکر لیک مدت کے — اگر چاہو تو یہ کیا تم سے اکثر ہو نہین سکتا
لگا کہنے سمجھ اسبات کو ٹک تو کہ ہے اتنا — ترے گھر آنے جانے مین مرا گھر ہو نہین سکتا

بچون کسطرح مین اے درد اُسکی تیغ ابرو سے
کہ جس کے سامنے آئے کوئی جانبر ہو نہین سکتا

جبتک ہو دل کے شیشے مین زنگ امتیاز کا — ہے اے پری تجھی تئین آئینہ ناز کا

جسکی جناب کے یہ سبھی ناز ہین نیاز
دامن ہو ہاتھ مین مرے اُس بے نیاز کا

ہے کوتہی اجل کیطرف سے ہی ورنہ مین
اک عمر سے اسیر ہون زلف دراز کا

اے درد اس جہان مین آکر صدائے غیب
بے پردہ ہووے جس سے وہ پردہ ہو ساز کا

گل و گلزار خوش نہین آتا
باغ بے یار خوش نہین آتا

اے جنون جیب مین ترے ہاتھون
ایک بھی تار خوش نہین آتا

کیا جفا کے سوا تجھے کچھ اور
اے ستمگار خوش نہین آتا

درد تجھکو یہ رات دن تیرا
نالۂ زار خوش نہین آتا

بھرا ہے مے سے نہین یہ نور سے معمور ہے شیشا
تجلی پر نظر کر اُس کے کوہ طور ہے شیشا

نشا پی مے کدے مین آ کہین تجھ بن تو ہے ساقی
پڑا ہے جام بے کیفیت و مخمور ہے شیشا

بغل مین اپنی بٹھا ہے لئے یہ دختر رز کو
نہ پوچھو اُس کو بینا دانۂ انگور ہے شیشا

بچا یا محتسب کے ہاتھ سے اے درد مین لیکن
مرے دل کی طرح میری بغل مین چور ہے شیشا

اے شانہ تو نہ ہو جو دشمن ہمارے جی کا
کہین دیکھیو نہ ہووے زلفون کا بال بیکا

چھپایا ہے کفر یان تک کافر ترے سبب سے
شیخ حرم بھی دے ہے ماتھے پہ اپنے ٹیکا

گذرا تھا بعد مدت وہ سامنے سے ہوکر
اے کوتہی نالہ یہ وقت تھا کمی کا

جون شمع تو نے جیدھر نظرین اُٹھا کے دیکھا
پروانہ وار جی ہی جاتا رہا کسی کا

تو بھی نہ اگر ملا کرے گا
عاشق پھر جی کے کیا کرے گا

اپنی آنکھون اُسے مین دیکھون
ایسا بھی کبھو خدا کرے گا

گر یہی ڈھنگ تیرے ظالم
دیکھیں گے کوئی وفا کرے گا

اہل زمانہ آگے بھی تھے اور زمانہ تھا
پر اب جو کچھ ہے یہ تو کسو نے سنا نہ تھا

چٹکا عبث نہیں کوئی غنچہ چمن میں آہ
اے توسن بہار تجھے تازیانہ تھا

باور نہیں ابھی تجھے غافل یہ عنقریب
معلوم ہووے گا کہ یہ عالم فنا نہ تھا

حال یہ کچھ تو ہے اب دل کی توانائی کا
کہ یہ طاقت نہیں یوں نام شکیبائی کا

اے شب ہجر نہیں ہے یہ سیاہی تیری
خون گردن پہ ہے تیرے کسی سودائی کا

نام سنتا نہیں زاہد تری حسرت کا کوئی
شور ایسا ہے جہاں میں مری رسوائی کا

ولہ

کہاں کا ساقی اور مینا کدھر کا جام و میخانہ
مثال زندگی پر آب ہو اب اپنا پیمانہ

کسو سے کیا بیان کیجئے اس اپنے حال ابتر کو
دل اُس کے ہاتھ دے بیٹھے جسے جانا نہ پہچانا

نظر جب دل پہ کی دیکھا تو مسجود خلائق ہو
کوئی کعبہ سمجھتا ہے کوئی سمجھے ہے بتخانہ

ولہ

اے شمع روز بسکہ ترا انتظار تھا
میں ایک ساہی شعلہ صفت بیقرار تھا

ظالم یہ صید دل سر فتراک سے ترے
اُس وقت سے بندھا ہے کہ تو نے سوار تھا

مدت کے بعد خط سے یہ ظاہر ہوا کہ عشق
تیری طرف سے حسن کے دل میں غبار تھا

ولہ

وہ دن کدھر گئے کہ ہمیں بھی فراغ تھا
یعنی کبھو تو اپنے بھی دل تھا دماغ تھا

جلتا ہے اب پڑا خس و خاشاک میں ملا
وہ گل کہ ایک عمر چمن کا چراغ تھا

گذروں ہوں جس خرابے پہ کہتے ہیں واں کے لوگ
ہے کوئی دن کی بات یہ گھر تھا یہ باغ تھا

اشعار

کچھ کشش نے تری اثر نہ کیا — تجھکو اے انتظار دیکھ لیا
تشنگی اور بھی بھڑکتی گئی — جون جون مین آنسوون کو اپنے پیا

ایضاً

زلفون مین کسو کی جو گرفتار نہ ہوتا — کچھ کام مجھے تجھسے شب تار نہ ہوتا
مرنا ہی لکھا ہے مری قسمت مین عزیزان — گر زندگی ہوتی تو یہ آزار نہ ہوتا

ایضاً

اک تو ہون شکستہ دل تسپہ یہ جور یہ جفا — سختی عشق واہ واہ جی نہ ہوا ستم ہوا
جان کے بدلے میرے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا — سو بھی نہ تجھسے ہو سکا مفت ہی مفت جی لیا

ایضاً

جلوہ تو ہر اک طرح کا ہر شان مین دیکھا — جو کچھ کہ سنا تجھ مین سو انسان مین دیکھا
جون غنچہ بجز یک دل صد چاک نہ پایا — منھ ڈال کے جب اپنے گریبان مین دیکھا

ایضاً

ناصح مین دین و دل کے تئین اب تو کھو چکا — حاصل نصیحتون سے جو ہونا تھا ہو چکا
زاہد کیا کرے ہے وضو گو کہ روز و شب — چاہے کہ دل سے دھوئے کدورت سو دھو چکا

ایضاً

مذکور جانے بھی دو ہمدم دل طپیدگان کا — احوال کچھ نہ پوچھو آفت رسیدگان کا
موج نسیم گو ہے زنجیر پائے گل کی — دامن نہ چھو سکی پر از خود رسیدگان کا

افراد

دیکھکر حال پریشان عاشقان دلدار کا — بانکے معشوقون نے رسم زلف اب دی ہے اٹھا
محبت نے ہم کو شر جو دیا — سو یہ ہے کہ سب کام سے کھو دیا

شکوہ مجھے کس سے ہے گلہ کس سے یہ ٹھاتا
مانندِ فلک اپنی ہی گردش ہے زمانا

ہمنے چاہا بھی پر اس کوچہ سے آیا نہ گیا
وان سے جون نقشِ قدم دل تو اٹھایا نہ گیا

فلک پر کون کہتا ہے گذر آہ سحر کرنا
جہان جی چاہے وان جا پر کسی دل مین اثر کرنا

غل مری زنجیر نے رفتار مین ایسا کیا
حشر کو بھی شور جو ہونا نہ تھا برپا کیا

بیبا رغاشق کرتی ہے اپنے کمال کا
یہ آئینہ ہے جلوہ فروش اس جمال کا

خط کے آنے سے ہوا معلوم جانا حسن کا
نوخطون نے اب نکالا پیش خانا حسن کا

مخالف کٹ گئے سنتے ہی مجلس مین سخن میرا
زبان کا اب ہوا معلوم جوہر تیغ ہے گویا

ہائے مجھے بتا تو سہی کیا سبب ہوا
پھر مجھپہ مہربان ہوا تو غضب ہوا

گلہ کرتا نہین مین کچھ تری نامہربانی کا
مجھے شکوہ ہے اے ظالم اس اپنی سخت جانی کا

رسوائیان اٹھائین جور و عتاب دیکھا
عاشق تو ہم ہوئے پر کیا کیا عذاب دیکھا

آشیانے مین درد بلبل کے
آتش گل سے آج پھول پڑا

ردیف الباء

تھا عدم مین بھی مجھے اک پیچ و تاب
مضطرب ہون جسطرح موج سراب

بے بضاعت ہین سب اہل زرق برق
چشمۂ خورشید مین کیدھر ہے آب

موت ہے آسائش افتادگان
چشم نقش پا کا مٹجاتا ہے خواب

کیون ہو شرمندہ روئے زمین
سیل اشک ایسا نہین خانہ خراب

ہے تنک ظرفون کی بیجا مے کشی
جام مے کب ہو سکے جام حباب

چل نہ جاوین ہین جو صاحب حوصلہ
پائے خم لغزش مین کب لاوے شراب

ہستی مین کوئی تجھو دل مردگان
گور کے لب پر تبسم کیا حساب

مے کشان کرنے لگے محنت کشی
درد ہوتا ہے دل یاران کباب

ردیف التاء

وہ مو کمر کہین یہ ہوا ہجاب رات
تھا مثل زلف دلکو عجب پیچ و تاب رات

ہم روسیاہ دن کو تو کیا منہ دکھا سکین
جون شمع جاتے ہین کہ ہوئے شتاب رات

تیری گلی مین اے بت بے مہر دنکی طرح
لایا تھا پھر مجھے دل خانہ خراب رات

وان تم تو اپنے خوش رہے ہو گئے یہ کیا کہون
گذرا ہے میرے جی پہ جو کچھ یان عذاب رات

تو شام سے جو اے مرے خورشید رو گیا
انجم کی طرح آیا نہ آنکھون مین خواب رات

میرے گناہ آتے ہین کوئی شمار مین
اے درد مین نے جی مین کیا تھا حساب رات

زاہد اگر کہین کی تو نے کسو سے بیعت
پیر مغان کے ہان کر دست سبو سے بیعت

زلف بتان سے کہنا ہے وقت دستگیری
اس سلسلے مین کی ہے دل نے کسو سے بیعت

گو کھینچ کھینچ چلے جان اپنی شیخ کھووے
کوئی زندہ دل کرے ہے اس مردہ شو سے بیعت

ردیف الجیم فارسی

آئے تم کسواسطے اے درد میخانے کے بیچ
اور ہی مستی ہے اپنے دل کے پیمانے کے بیچ

آئینہ کی طرح غافل کھول چھاتی کے کواڑ
دیکھ تو ہے کون بارے تیرے کاشانے کے بیچ

سیر باغ و بوستان تو ہے میسر ہر گھڑی
آئیے گا ہے فقیرون کے بھی ویرانے کے بیچ

جو مزے ہین مرگ مین سو ہم سے پوچھا چاہیے
کون جانے آہ کیا لذت ہے مرجانے کے بیچ

عقدۂ دل کھول مثل قطرہ نادان کب تلک
جون گہر غلطان رہے گا آب اور دانے کے بیچ

پیچ و تاب اتنا جو ہے یان اس دل صد چاک کو
زلف اُلجھی ہے کسو کی ظاہرا شانے کے بیچ

نکہت خواب آلود نے میرے سُلایا اُس کو درد
ورنہ ہونکا تھا ہی افسون مین لے فسانیکے بیچ

مذکور جب چلے ہے مرا انجمن کے بیچ
کچھ آپ ہی آپ سوچ وہ رہتا ہے من کے بیچ

اے بیخبر تو آپ سے غافل نہ بیٹھ رہ
جون شعلہ یان سفر ہے ہمیشہ وطن کے بیچ

تجھکو نہین ہین دیدۂ بینا وگرنہ یان
یوسف چھپا ہے آن کے ہر پیرہن کے بیچ

سودا اگرچہ درد تو خاموش ہے ولے
جون غنچہ سو زبان ہین اُسکے دہن کے بیچ

درد جو آتا نہین اب تو نظر ظاہر کے بیچ
چھپ رہا ہوگا کسو کے گوشۂ خاطر کے بیچ

ردیف الراء

کیونکر مین خاک ڈالون سوزِ دلِ تپان پر
مانند شمع میرا کب حکم ہے زبان پر

مین کسطرح بتون کے لا سامنے جھکا دون
دل تو دماغ اپنا کھینچے ہے آسمان پر

کب اختیار اپنا جون گل ہو اس چمن مین
گلچین سے کیا چلے ہے کیا زور باغبان پر

چاہے ہے کہ بات جی کی منھ پر نہ آئے میرے
اپنے دہان کو لا کر رکھدے مرے دہان پر

مین جانتا نہین ہون بیٹھے بٹھائے یارب
یون آ پڑی کہان سے آفت یہ میری جان پر

تار نگہ پہ دل یان دونون طرف سے دوڑے
دو نٹ مقابل آوین جسطرح ریسمان پر

اے درد یار جیسا ہووے سو ہے غنیمت
اتنا بھی جی نہ رکھیے ہر وقت امتحان پر

ساقی ہے چڑھا آج تو یہ رنگ ہوا پر
شیشہ ہو گرے پھینکئے گر سنگ ہوا پر

ہے اور ہی جلوے کی غرض بو قلمونی
یہ قوس قزح کا نہین نیرنگ ہوا پر

گھبرا کے دل تنگ جو کوئی سانس نکالے
اک دم میں یہ عرصہ تو ابھی تنگ ہوا ہے

جوں کاغذ باد اہل ہوس بیچ میں ہیں گے
رہتی ہے سدا اُنکے تئیں جنگ ہوا ہے

مانند حباب آہ تنک ظرف جہاں کے
یاں کرتے ہیں سر کھینچنے کے ڈھنگ ہوا ہے

تو ہی نہیں ساقی تو جب ابر ہیں کہتے
اپنی ہی نظر میں یہ سدھا رنگ ہوا ہے

ہر دم دل بیتاب مرا درد کرے ہے
جوں نغمہ نکل آئے گا آہنگ ہوا ہے

اُس قدر تھا یا کرم یا ظلم رانی اس قدر
مہربانی اُس قدر نا مہربانی اس قدر

جان کو آنے دے لب تک نزع میں کبتک رہوں
دشمنی مجھسے نکر اے ناتوانی اس قدر

کیا کہوں دل کا کسو سے قصۂ آوارگی
کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اسقدر

درد تو کرتا ہے معنی کے تئیں صورت پذیر
دسترس کتنے تھے کب بہزاد و مانی اسقدر

مشہور خلق میں نہیں اپنے کمال کر
یکتا ہوں مثل آئینہ اور ہی جال کر

آنکھیں تو آنسوؤں سے کبھی تر نہیں ہوئیں
ٹک تو ہی اے جبیں عرق انفعال کر

حیرت ہے یہ کہ تجھسے ستمگر کے ہاتھ میں
آنکھوں نے دلکو کیونکہ دیا دیکھ بھال کر

اے درد ٹک آئینۂ دل کو صاف تو
پھر ہر طرف نظارۂ حسن و جمال کر

فرد

ہنس قبر پہ میری کھلکھلا کر
یہ پھول چڑھا کبھی تو آکر

ردیف الزاء

کیا ہوا مر گئے آرام ہے دشوار ہنوز
جی میں تڑپے ہے بڑی حسرت دیدار ہنوز

ہر لب زخم نمک سود ہے گو شکل سحر — شکوہ آلود نہین پر لب اظہار ہنوز
کر چکا اپنی سی عیسیٰ بھی تو پر کیا حاصل — ہین گئے ویسے ہی تری چشم کے بیمار ہنوز
موڑیو منھ نہ ابھی سوزن مژگان ہم سے — ٹانکے زخمون مین تو ہین کتنے ہی درکار ہنوز
ہے خیال اُسکی ہی زلفون کا دم آخر بھی — سناپہ رہا ہے مری نظرون مین وہی تار ہنوز
اور تو چھوٹ گئے مرکے بھی لے کنج قفس — ایک ہم ہی لسے ہے ہر طرح گرفتار ہنوز

یار جاتا تو رہا نظرون سے کب کا لیکن
دل مین پھرتی ہے مرے ورد وہ رفتار ہنوز

لیتا نہین کبود کی اپنے عنان ہنوز — پھرتا ہے کس تلاش مین یہ آسمان ہنوز
ہے بعد مرگ بھی وہی آہ و فغان ہنوز — لگتی نہین ہے تالوے میری زبان ہنوز
موجود ڈھونڈتا نہین کوئی کسو کے تئین — توحید تو بھی ہوتی نہین ہے عیان ہنوز
سو سو طرح کی ہجر مین ہوتی ہے جانکنی — مرتا نہین ہون تو بھی تو مین سخت جان ہنوز
ہرچند کہنہ سال ہے دنیا تو کس قدر — آتی ہے پر نظر مین سبھون کی جوان ہنوز

کعبہ مین درد آپ کو لایا ہون کھینچ کر
دل سے گیا نہین ہے خیال بتان ہنوز

اشعار

کوہکن سے نہ بول لے پرویز — اُس کے تیشہ کی بھی زبان ہے تیز
ساقی اب سب پکارتے ہین سگے — تیرے ہاتھون سے یان بریز بریز

فرد

برہمن مرے وہ سیمبر آیا نہین ہنوز — مقصود میرے دل کا بر آیا نہین ہنوز

ردیف سین مہملہ

نہ کہا تو نے ایک بار افسوس — حال پر میرے صد ہزار افسوس

جو کہ ہونا تھا دل پہ ہو گذرا
نہ کر اے درد بار بار افسوس

ردیف الطائ

کرتا رہا ہین دیدۂ گریان کی احتیاط
پر ہو سکی نہ اشک کے طوفان کی احتیاط

خارِ مژہ پڑے ہین مری خاک مین ملے
اے دشت اپنے کیجیو دامان کی احتیاط

جوشِ جنون کے ہاتھ سے فصلِ بہار مین
گُل سے بھی ہو سکی نہ گریبان کی احتیاط

تیرے ہی دیکھنے کے لئے آئینہ کی طرح
کرتا ہون اپنے دیدۂ حیران کی احتیاط

دل کے تئین گرہ سے کبھو کھو دیتے ہین
ہے زلف کو بھی اپنے پریشان کی احتیاط

داغون کی اپنے کیون نہ کرے درد پرورش
ہر باغبان کرے ہے گلستان کی احتیاط

ردیف الغین

لایا نہ تھا تو آج تلک ہاتھ سُوئے تیغ
وابستہ میرے قتل سے تھی آبروئے تیغ

ناچار مجھ سے اُس سے تو قطع کلام ہے
کرتا نہین وہ بات سوا گفتگوئے تیغ

کیجئے نہ قتل اہلِ وفا جتنے ہین یہ سب
بارے کہین ٹھکانے لگے جستجوئے تیغ

جانباز اور بھی ہین پر اے ابروانِ یار
میری طرح نہ ٹھہرے کوئی روبروئے تیغ

پیاسی مرے لہو کی وہ رہتی ہے دمبدم
بر لائیے کبھو تو میان آرزوئے تیغ

کوئی مزاج وان نہ ہوا آجتلک مگر
اک اُسکی خوئے تند سے ملتی ہے خوئے تیغ

اے درد شکلِ زخم زمانے کے ہاتھ سے
دیکھا نہ آنکھ کھول کے ہم غیر روئے تیغ

ردیف الفاء

اے دردؔ ایک خلق ہے جانانہ کیطرف
لازم ہے کیجئے دل دیوانہ کی طرف

ردیف الکاف

پیغام یاس بھیج نہ مجھ بیقرار تک
ہوں نیم جان سوجھی ترے انتظار تک

دے وہ شراب ساقی کہ تا روز رستخیز
جس کے نشے کا نام نہ ہو پہنچے خمار تک

صیاد اب رہائی سے کیا مجھ اسیر کو
پھر کس کو زندگی کی توقع بہار تک

بقدر میکشی ہوئی عالم میں یان تئین
ہے صرف شیشہ شیخ کے سنگ مزار تک

راہ عدم میں دردؔ میں اتنا ہوں تیز رو
پہونچا صبا کا ہاتھ نہ میرے غبار تک

ولہ

پھرتا رہا میں سعی میں اک عمر جون فلک
بجنت سیاہ پر نہ پھرے میرے ابتلک

چونکا ہوں دردؔ جب سے اُسے دیکھ خواب میں
لگتی نہیں ہے تب سے پلک سے مری پلک

ایضاً

نہیں میرے تئین کسی کا باک
اب گریبان سے ہاتھ ہے اور چاک

گرد تو ہو گئے ترے عاشق
کیا ستم ہو زیادہ اس سے خاک

ردیف اللام

کچھ گل ہی باغ میں نہیں تنہا شکستہ دل
ہر غنچہ دیکھتا ہوں تو ہے گا شکستہ دل

ہاتھوں سے محتسب کے ہیں اب میکدے کے بیچ
ساغر شکستہ خاطر و مینا شکستہ دل

شادی کی اور غم کی ہے دنیا میں ایک شکل
گل کو شگفتہ دل کہو تم یا شکستہ دل

یارب درست گو نہ رہوں تیرے عہد پر
بندے سے ہے یہ نہ ہو کوئی بندہ شکستہ دل

کی جس کی جوں حباب زمانے نے دلدہی
چھوڑا نہ پھر اُسے نہ کیا تا شکستہ دل

لازم ہے گوشۂ شکن زلف میں تری
ظالم کوئی پڑا رہے مجھ سا شکستہ دل

سب خون دل ٹپک ہی گیا ڈھونڈ ڈھونڈ کر
اے دردؔ بسکہ عشق سے میں تھا شکستہ دل

ہائے یہ داغ عشق ہوا شہریار دل
مدت سے لے چراغ پڑا تھا دیار دل

تیری کہیں گلی کے گیا تھا خیال میں
اکرتا ہوں اب تلک میں پڑا انتظار دل

اٹھتا ہے بعد مرگ بھی مانند گردباد
اے دردؔ خاک سے مری اب تک غبار دل

ردیف المیم

حیران آئینہ وار ہیں ہم
کس سے یارب دوچار ہیں ہم

پانی پہ نقش کیا ہے ایسا
جیسے ناپائدار ہیں ہم

ساقی کدھر ہے کشتی مے
اب کے کھیوے میں پار ہیں ہم

جی بھی پیتا کبھو نہ اپنا
اتنے زار و نزار ہیں ہم

اوروں کے تو ہیں سرمۂ چشم
اپنے دل کے غبار ہیں ہم

کوئی کیونکہ نظر میں لاوے
رشک چشم شرار ہیں ہم

آتش میں ہیں یہ مثل شعلہ
از سرتا پا بہار ہیں ہم

چشم عبرت سے دیکھ ادھر
نقش لوح مزار ہیں ہم

جیدھر گذرے پھرے اودھر سے | آوارۂ کوہسار ہین ہم
ازبسکہ ہین محو لاتعین | ہرجا بے اختیار ہین ہم
مجنون ہو خواہ کوہکن ہو | عاشق کے دوستدار ہین ہم
اپنے ملنے سے منع مت کر | اس مین بے اختیار ہین ہم
یون تو عاشق بہت ہین لیکن | اس طور کے کتنے یار ہین ہم

مجنون فرہاد و درد و وامق
ایسے یہ دو ہی چار ہین ہم

اب کی ترے در سے گر گئے ہم | پھر یہ ہی سمجھ کہ مر گئے ہم
جون نور نظر ترا تصور | تھا پیش نظر جدھر گئے ہم
جز اہل صفا بتا تو جون عکس | اے آئینہ کس کے گھر گئے ہم
کس نے یہ ہمین بھلا دیا ہے | معلوم نہین کدھر گئے ہم
تھا عالم جبر کیا بتا دین | کس طور سے زیست کر گئے ہم
جس طرح ہوا اسی طرح سے | پیمانۂ عمر بھر گئے ہم

افسوس کہ درد اس کو جبتک
ہووے ہی خبر گذر گئے ہم

کچھ لائے نہ تھے کہ کھو گئے ہم | تھے آپ ہی ایک سو گئے ہم
جون آئینہ جس پہ یان نظر کی | ساتھ اپنے دو چار ہو گئے ہم
ماتم کدۂ جہان مین جون ابر | اپنے تئین آپ رو گئے ہم
ہستی نے تو ٹک جگا دیا تھا | پھر کھلتے ہی آنکھ سو گئے ہم

یارون ہی سے درد ہے یہ چرچا
پھر کوئی نہین ہے جو گئے ہم

چمن مین صبح یہ کہتی تھی ہو کر چشم تر شبنم
بہار باغ گو یوہین رہے لیکن کدھر شبنم

عرق کی بُوند اُس کی زلف سے رخسار پر ٹپکی
تعجب کی ہے جاگہ یہ پڑی خورشید پر شبنم

ہمین تو باغ تجھ بن خانۂ ماتم نظر آیا
اُدھر گل پھاڑتے تھے جیب روتی تھی اُدھر شبنم

کرے ہے کچھ سے کچھ تاثیر صحبت صاف طبعون کی
ہوئی آتش سی گُل کے بیٹھتے رشک شرر شبنم

بھلا ٹک صبح ہونے دو اُسے بھی دیکھ لیوینگے
کسی عاشق کے رونیسے نہین رکھتی خبر شبنم

نہین اسباب کچھ لازم سبکبارون کے اُٹھنے کو
گئی اُڑ دیکھتے اپنے بغیر از بال و پر شبنم

نہ پایا جو گیا اس باغ سے ہرگز سُراغ اُس کا
نہ پلٹی پھر صبا ایدھر نہ پھر آئی نظر شبنم

نہ سمجھا درد ہمنے بھید یان کی شادی و غم کا
سحر خندان ہے کیون روتی ہے کسکو یاد کر شبنم

ولہ

کیا کہین سُوے فنا کس طور کر جاتے ہین ہم
شمع کے مانند سر کے بل اُدھر جاتے ہین ہم

ہے کسے جون شعلہ ظالم آہ تاب انتظار
جب تلک دیکھے ادھر تو یان گذر جاتے ہین ہم

فرد

خلق مین ہین پر جدا سب خلق سے رہتے ہین ہم
تال کی گنتی سے باہر جس طرح رو یک مین سم

ردیف النون

گلیم بخت سیہ سایہ وار رکھتے ہین
یہی بساط ہین ہم خاکسار رکھتے ہین

لبان کاغذ آتش زدہ مرے گلرو
ترے جلے بھنے اور ہی بہار رکھتے ہین

یہ کس نے ہم سے کیا وعدۂ ہم آغوشی
کہ مثل بحر سراسر کنار رکھتے ہین

ہمیشہ فتح نصیبی ہمین نصیب رہی
جو کچھ کہ اپنے جی مین سو مار رکھتے ہین

ملا ہے نشۂ دنیا کہ تاقیامت آہ
سب اہل قبر اسی کا خمار رکھتے ہین

جہان کے باغ سے ہمدل سوا نہ پھل پایا
فقط یہی ثمر و اغذار رکھتے ہین

اگرچہ دختر رز کے ہے محتسب درپے
جو ہو سو ہو پر اسے اتبو یار رکھتے ہین

برنگ شعلہ غم عشق سے روشن ہے
کہ بیقراری کو ہم برقرار رکھتے ہین

ہمارے پاس ہے کیا جو کرین فدا تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہین

فلک سمجھ تو سہی ہے اور گلو گیری
یہ ایک جیب ہے سو تار تار رکھتے ہین

بتون کے جبر اُٹھائے ہزار ہا ہم نے
جو اُس پہ بھی نہ ملین اختیار رکھتے ہین

بھری ہے آ کے جنھون مین ہوائے آزادی
حباب وار کلہ بھی وہ تار رکھتے ہین

نہ برق ہین نہ شرر ہم نہ شعلہ نے سیماب
وہ کچھ ہین پر کہ سدا اضطرار رکھتے ہین

جنھون کے دل مین جگہ کی ہو نقش عبرت نے
سدا نظر مین وہ لوح مزار رکھتے ہین

ہر ایک سنگ مین ہے شوخی بتان نہان
خنک ہین سب یہ پہ دلمین شرار رکھتے ہین

وہ زندگی کی طرح ایکدم نہین رہتا
اگرچہ درد اُسے ہم ہزار رکھتے ہین

مژگان تر ہون یا رگ تاک بریدہ ہون
جو کچھ کہ ہون سو ہون غرض آفت رسیدہ ہون

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
افتادہ ہون پہ سایہ قد کشیدہ ہون

ہر شام مثل شام ہون مین تیرہ روزگار
ہر صبح مثل صبح گریبان دریدہ ہون

کرتی ہے بوئے گل تو مرے ساتھ اختلاط
پر آہ مین تو موج نسیم وزیدہ ہون

یہ چاہتی ہے تو تپش دل کہ بعد مرگ
کنج مزار مین بھی نہ مین آرمیدہ ہون

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
مین غمزدہ تو قطرہ اشک چکیدہ ہون

آہ مشتاق ترے مفت موئے جاتے ہین
اک نظر بھولے سے بھی ہووے تو جی پاتے ہین

گو سلامت ہون مین ظاہر مین پہ دیکھے حضرات
رات دن غم کس طرح میرے تئین کھاتے ہین

تو بھی اے پائے طلب ٹک تو ہلا خواب سے چونک
اپنے ہی نوع سے ہین وہ جو پہونچ جاتے ہین

ہمسے بیکارون سے بہتر ہین یہ اہل اشغال
ہر طرح دل کے تئین اپنے تو بہلاتے ہین

درد کی طرح وہ ہو جاتے ہین کچھ اور کے اور
تیرے از خود شدگان جبکہ بخود آتے ہین

گر دیکھیے تو مظہر آثار بقا ہون
اور سمجھیے جون عکس مجھے محو فنا ہون

کرتا ہون بس از مرگ بھی حل مشکل عالم
بجس ہون پہ ناخن کی طرح عقدہ کشا ہون

ممنون مرے فیض کے سب اہل نظر ہین
جون نور ہر اک چشم کا دیدار نما ہون

ہے آستر فقر اگر سمجھو تو شاہی
سلطان ہے اگر شاہ تو مین ظل ہما ہون

ہے مظہر انوار صفا میری کدورت
ہر چند کہ آہن ہون پر آئینہ بنا ہون

احوال دو عالم ہے مرے دل پہ ہویدا
سمجھا نہین تا حال پہ اپنے تئین کیا ہون

آواز نہین قید مین زنجیر کی ہرگز
ہر چند کہ عالم مین ہون عالم سے جدا ہون

ہون قافلہ سالار طریق قدما درد
جون نقش قدم خلق کو مین راہ نما ہون

نہ ہم غافل ہی رہتے ہین نہ کچھ آگاہ ہوتے ہین
انھین طرحون مین ہم ہر دم فنا فی اللہ ہوتے ہین

تقید گاہ امکان مین ہے وہ کچھ بخشش مطلق
کہ ہر واحد کو لاکھون دام یان تنخواہ ہوتے ہین

غرور حسن کم ہوتا نہین کچھ خط کے آنے سے
کہ یہ سب مورچہ سے بھی سلیمان جاہ ہوتے ہین

اگر جمعیت دل ہے تجھے منظور قانع ہو
کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہین

پر کھیا درد کچھ مت رکھ ترقی اور تنزل کا
کہ اپنے ذہن مین یان تو گدا بھی شاہ ہوتے ہین

تو مجھسے نہ رکھ غبار جی مین
آوے بھی اگر ہزار جی مین

بیزار ہے مجھ سے تو یہ مجھکو
اتنا ہے وہی پیار جی مین

گل اب تو ملے ہین ہنس کے لیکن — بلبل یہ چبھین گے خار جی مین
یون پاس ٹھہا جیسے تو جا ہے — پر جاگہ نہ دیجیو یار جی مین

کیا فائدہ درد شور و شر سے
اچھا ہے جو کچھ سو مار جی مین

ہر چند تری سمت سوا راہ ہی نہین — تسپر بھی آہ یان کوئی آگاہی نہین
وہ مرتبہ ہی اور ہے فہمید کے پرے — ہم جس کو بوجھتے ہین وہ اللہ ہی نہین
ہم بھی فلک سے کرتے کسی چیز کی طلب — ڈھونڈھا پر اپنے دل مین تو کچھ چاہ ہی نہین
انسان کی ذات سے ہین خدائی کے کھیل یان — بازی کہان بساط پہ گر شاہ ہی نہین
سو رنگ سے ہین جلوہ نما گو بتان خلق — اپنا تیرے سوا کوئی دلخواہ ہی نہین
گر کتنے ہو کہ ہے وہی ہادی وہی مضل — تو راہ پر ہین سب کوئی گمراہ ہی نہین

اے درد مثل آئینہ ڈھونڈھ اسکو آپ مین
بیرون در تو اپنی قدم گاہ ہی نہین

ہستی سے ہے جبتک ہم ہین اسی اضطراب مین — جون موج آ پھنسے ہین عجب پیچ و تاب مین
نے خانہ خدا ہے نہ ہے یہ بتون کا گھر — رہتا ہے کون اس دل خانہ خراب مین
آئینہ عدم ہی مین ہستی ہے جلوہ گر — ہے موج زن تمام یہ دریا حباب مین
غافل جہان کی دید کو مفت نظر سمجھ — پھر دیکھنا نہین ہے اس عالم کو خواب مین
ہر جزو کل کے ساتھ بمعنی ہے اتصال — دریا سے قطرہ جدا ہے پہ ہے غرق آب مین
پیری نے ملک تن کو اجاڑا و گرنہ یان — تھا بند و بست اور ہی عہد شباب مین

مین اور درد تجھ سے خریداری بتان
ہے ایک دل بساط مین سو کس حساب مین

ہم تجھسے کس ہوس کی فلک جستجو کرین — دل ہی نہین رہا ہے جو کچھ آرزو کرین

مٹ جائین ایک آن مین کثرت نمائیان
ہم آئینہ کے سامنے جب آ کے ہو کرین

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جا ابھی
دامن نچوڑ دین تو فرشتے وضو کرین

سر تا قدم زبان ہین جون شمع گو کہ ہم
پر یہ کہان مجال جو کچھ گفتگو کرین

ہر چند آئینہ ہون پہ اتنا ہون ناقبول
منھ پھیر لے وہ جس کے مجھے روبرو کرین

نے گل کو ہے ثبات نہ ہمکو ہے اعتبار
کس بات پر چمن ہوس رنگ و بو کرین

ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدان شہر
اے درد آ کے بیعت دست سبو کرین

ایضاً

نہ زلف تبان کا گرفتار مین ہون
نہ بیمار چشمون کا بیمار مین ہون

کدھر بہکی پھرتی ہے اے بیکسی تو
تری جنس کا یان خریدار مین ہون

ادھر بات کہنا ادھر دیکھ لینا
سمجھتا ہون سب ایک عیار مین ہون

اگر مجھسے ملیے کبھو عیب کیا ہے
نہ بد وضع تو ہے نہ بدکار مین ہون

کسو پر ملا تیری تیوری چڑھاوے
تری تیغ ابرو کا افگار مین ہون

سبھی اپنے جینے سے اے درد خوش ہین
مگر ہون تو یہ ایک بیزار مین ہون

ایضاً

ان نے کیا تھا یاد مجھے بھول کر کہین
پاتا نہین ہون تب سے مین اپنی خبر کہین

آ جائے ایسے جینے سے اپنا تو جی بتنگ
جیتا رہیگا کب تئین اے خضر مر کہین

پھرتی رہی تڑپتی ہی عالم مین جا بجا
دیکھا نہ میری آہ نے روئے اثر کہین

مدت تلک جہان مین ہنستے پھرا کیے
جی مین ہے خوب رویئے اب بیٹھکر کہین

یون تو نظر پڑے ہین تن افگار اور بھی
دل ریش کوئی ایسا دیکھا نہ پر کہین

ظالم جفا جو چاہے سو کر مجھ پہ تو ولے
پچھتاوے پھر تو آپ ہی ایسا نہ کر کہین

پھرتے ہو سج بنائے تو اپنی جدھر تدھر
لگ جاوے دیکھیو نہ کسو کی نظر کہین

پوچھا مین درد سے کہ بتا تو سہی مجھے ق اے خانمان خراب ہو تیرا بھی گھر کہین
کہنے لگا مکان مین فقیر کو لازم ہے کیا کہ ایک ہی جاگہ ہو ہر کہین
درویش ہر کجا کہ شب آمد سرای اوست
تو نے سنا نہین ہے یہ مصرع مگر کہین

بے زبان ہے بلبل زبان سوسن اس چمن مین کسے مجال سخن
یاوری دیکھیے نصیبون کی دوست بھی ہو گئے مرے دشمن
ساقی اس وقت کو غنیمت جان پھر نہ مین ہون نہ تو نہ یہ گلشن
وہ زخود رفتہ ہون کہ میرے تئین نہ خیال سفر نہ یاد وطن
کیا کہون اپنی مین سیہ بختی حال دل تجھ پہ ہوئیگا روشن
بعد مدت کے درد کل مجھ سے ق ملگیا راہ مین وہ غنچہ دہن
میری اس کی جو لڑ گئین آنکھین
ہو گئے آنکھون ہی مین دو دو بچن

باغ جہان کے گل ہین یا خار ہین تو ہم ہین گر یار ہین تو ہم ہین اغیار ہین تو ہم ہین
دریاے معرفت کے دیکھا تو ہم ہین ساحل گر وار ہین تو ہم ہین در پار ہین تو ہم ہین
وابستہ ہے ہمین سے گر جبر ہے وگر قدر مجبور ہین تو ہم ہین مختار ہین تو ہم ہین
تیرا ہی حسن جگ مین ہر چند موجزن ہے تس پر بھی تشنہ کام دیدار ہین تو ہم ہین
الفاظ خلق ہم بن سب مہملات سے تھے معنی کی طرح ربط گفتار ہین تو ہم ہین
اورون سے تو گرانی یکلخت اٹھ گئی تھی
اے درد اپنے دل کے گر بار ہین تو ہم ہین

جمع ہین افراد عالم ایک ہین گل کے سب اوراق برہم ایک ہین
ہووے کب وحدت مین کثرت سے خلل جسم و جان گو دو ہین پر ہم ایک ہین

نوع انسان کی بزرگی سے ٹک ایک
حضرت جبرئیل محرم ایک ہیں

دال ہے اس پر بھی قرآن کا وجود
بات کی فہمیدہ میں ہم ایک ہیں

متفق آپس میں ہیں اہل شہود
درد آنکھیں دیکھے باہم ایک ہیں

نہ ہم کچھ آپ طلب سے تلاش کرتے ہیں
جو کچھ کہ یاں ہے مقدر معاش کرتے ہیں

مثال عکس جو کوئی کہ پاک طینت ہیں
جہاں صفا ہے وہیں بود و باش کرتے ہیں

ہماری اتنی ہی تقصیر ہے کہ اے مرزا ہر
جو کچھ ہے دل میں ترے ہم وہ فاش کرتے ہیں

مزاج نازک دل سے اگر مکدر ہو
یہ آئینہ ہم ابھی پاش پاش کرتے ہیں

یہ تیرے شعر ہیں اے درد یا کہ نالے ہیں
جو اس طرح سے دلوں کو خراش کرتے ہیں

کام مردوں کے جو ہیں سو وہی کر جاتے ہیں
جان سے اپنی جو کوئی کہ گذر جاتے ہیں

موت کیا آکے فقیروں سے تجھے لینا ہے
مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں

دید وا دید جو ہو جائے غنیمت سمجھو
جوں شرر ورنہ ہم اے اہل نظر جاتے ہیں

آنکھیں اس بزم میں یاں کی ہیں جنھوں نے تجھ بھی
شمع کی طرح گریبان لئے تر جاتے ہیں

بے ہنر دشمنی اہل ہنر سے آخر
منھ پہ چڑھتے تو ہیں پہ دل سے اتر جاتے ہیں

ہم کسی راہ سے واقف نہیں جوں نور نظر
رہنما تو ہی تو ہوتا ہے جدھر جاتے ہیں

اے رگ ابر یہ مژگان بھی اگر ٹک تر ہیں
ایک پل میں کئی تالاب تو بھر جاتے ہیں

آہ معلوم نہیں ساتھ سے اپنے شب و روز
لوگ جاتے ہیں چلے سو یہ کدھر جاتے ہیں

تا قیامت نہیں مٹنے کا دل عالم سے
درد ہم اپنے عوض چھوڑے اثر جاتے ہیں

اپنی قسمت کے ہاتھوں تنگ ہو نہیں
نفس عیسوی چراغ ہوں میں

ہون فتادہ برنگ نقش قدم
رفتگان کا مگر سراغ ہون مین

دونون عالم سے کچھ پرے ہے نظر
آہ کس کا دل و دماغ ہون مین

مین ہون گلچین گلستان خلیل
آگ مین ہون پہ باغ باغ ہون مین

عین کثرت مین دید وحدت ہے
بیچ مین درد با فراغ ہون مین

مرتا نہین ہون کچھ مین اُس سخت دل کے ہاتھون
لیتا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون

نالان نہین ہے تنہا اس راہ مین جرس تو
رُوتے گئے ہین کتنے کمبخت دل کے ہاتھون

ہمت رفیق ہووے تو فقر سلطنت ہے
آتا ہے ہاتھ یعنی یان سخت دل کے ہاتھون

اے غنچہ تجھسے آگے جو کچھ کہ تھا گرہ مین
گُل یان لُٹا گئے ہین کل رخت دل کے ہاتھون

اے درد آہ پھر پھر آتا یہی ہے جی مین
لیتا ہون آپ اپنے کمبخت دل کے ہاتھون

جی نہ اٹھون کہین پھر مین جو تو مار دامن
جھاڑ مت خاک پہ میرے یہ غبار دامن

دامن دشت ہے پر لالہ و گل سے یارب
خون عاشق بھی کہین ہووے بہار دامن

ہم کہ دامن سے لگے ہین نہ کہین چھٹ جاوین
ہر گھڑی کھینچ نہ بے رحم کنار دامن

تار باندھا ہے مرے اشک نے یان تک جون شمع
ہے وہی تار گریبان وہی تار دامن

جب وہ چاہے ہے کہ دامن کو اٹھا کر چلئے
ہنس کے رکھتا مری گردن پہ ہے بار دامن

فرش رہ آنکھین تو کین مین نے پہ میری مژگان
خار پا ہووین کسو کے نہ یہ خار دامن

درد تو کون ہے جو گرد جھٹکنے پاوے
دور دامن ہے ترا صدقے نثار دامن

کیون نہ ڈوبے رہین یہ دیدۂ تر پانی مین
یان بنا مثل حباب اپنا تو گھر پانی مین

اشک سے میرے فقط دامن صحرا نہین تر
کوہ بھی سب ہین کھڑے تا بہ کمر پانی مین

مردم دیدہ مرے اشک میں یوں بہتے ہیں
کب یہ گذران کرے اور بسر پانی میں

آتش مے سے جو ساقی نے اسے بھڑکایا
زاہد خشک ہوا خوب ہی تر پانی میں

چشمۂ آب نہ ہو چشمۂ خورشید سے کم
شعلہ رو تو کبھو منھ دیکھے اگر پانی میں

جس طرف چاہوں چلوں یاں وہ سرابستان ہے
وہم کہتا ہے کہ اب پاؤں نہ دھر پانی میں

عالم آب میں جوں آئینہ ڈوبا ہی رہا
تو بھی دامن نہ کیا درد نے تر پانی میں

معلوم نہیں آنکھیں یہ کیوں پھوٹ بہی ہیں
رونے کی طرف کس لئے یہ ٹوٹ بہی ہیں

کشتی کی طرح آنکھیں مری اشک میں یارو
جس تار لگے سے نہ بہیں چھوٹ بہی ہیں

میں مثل حباب آنکھیں تو رو رو کے بہا دیں
پر وہ یہی کہتا ہے سدا جھوٹ بہی ہیں

سرسبز یہ کس جلوہ سے ہوئیں آنکھیں جو اتنا
دریا کی طرح کھیت مرا لوٹ بہی ہیں

اے درد سمجھ سوچ نہ ان آنکھوں کا بہنا
چھاتی کے تئیں دل کو مرے کوٹ بہی ہیں

گھر تو دونوں پاس ہیں لیکن ملاقاتیں کہاں
آمد و رفت آدمی کی ہے پہ وہ باتیں کہاں

ہم فقیروں کی طرف بھی تو نگاہیں دمبدم
جھنکیتے جاتے تھے آپ آگے وہ خیراتیں کہاں

بعد مرنے کے مرے ہوگی مرے رونے کی قدر
تب کہا کیجئے گا لوگوں سے وہ برساتیں کہاں

یوں تو ہے دن رات میرے دل میں تیرا ہی خیال
جن دنوں اپنی بغل میں تھا سو وہ راتیں کہاں

جس طرح سے کھیلتا ہے وہ دلوں کا یاں شکار
درد آتی ہیں کسی دلبر کو وہ گھاتیں کہاں

مجھے در سے اپنے تو ٹالے ہے یہ بتا مجھے تو کہاں نہیں
کوئی اور بھی ہے ترے سوا تو اگر نہیں تو جہاں نہیں

پڑی جس طرف کو نگاہ یاں نظر آ گیا ہے خدا ہی آن
یہ ہیں گو کہ آنکھوں کی پتلیاں مرے دل میں لیکن تو نہاں نہیں

مرے دل کے شیشہ کو بیوفا تو نے ٹکرا کے ٹکڑے ہی کر دیا
مرے پاس تو وہی ایک تھا یہ دکان شیشہ گراں نہیں

مجھے رات ساری ہی تیرے یان کٹنی کیونکہ گزرے شمع سان
کہ نہ ہو سکے ہی کچھ اپنا یان یہ وہ بات ہی کہ زبان نہین

کوئی سمجھے کیونکہ یہ مدعا کہ پہیلی سا ہی یہ ماجرا
کہا مین تجھے نہین چاہو کیا لگا کہنے مجھسے کہ ہان نہین

نہ ملا ہمین کوئی نکتہ دان یہ بہت سنا دین بھلا کہان
نہ ہوا سمجھون یہ وہی عیان جو کسی پہ یان تو نہان نہین

تجھے درد کیونکہ سناؤن مین نہ خدا کسی کو دکھاوے یہ
جو کچھ اپنے جی پہ گذرتی ہی کہون کیا کہ اسکا بیان نہین

دل کو لیجاتی ہین معشوقون کی خوش اسلوبیان
ورنہ ہین معلوم ہمکو سب انھون کی خوبیان

صورتون مین خوب ہونگی شیخ گو حور بہشت
پہر کہان یہ شوخیان یہ طور یہ محبوبیان

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیان

آپ تو بھی ہین پر اس کا بھی کیا خانہ خراب
درد اپنے ساتھ آنکھین دلکو بھی لے ڈوبیان

نزع مین تو ہون و لے تیرا گلہ کرتا نہین
دل مین ہی وہ ہی وفا پر جی وفا کرتا نہین

سعی بیجا مت کر مہر و وفا وہ شوخ تو
جی کو ان باتون سے ہرگز آشنا کرتا نہین

کونسی شب ہی کہ مثل شمع جب کھلتی ہے آنکھ
جا رہے اشک آنکھون سے اپنی خون گرا کرتا نہین

عشوہ و ناز و کرشمہ ہین سب ہی جان بخش لیک
درد مرتا ہے کوئی اس کی دوا کرتا نہین

پڑے جون سایہ ہم تجھ بن ادھر ادھر بھٹکتے ہین
جہان چاہین قدم رکھین تو پہلے سر پٹکتے ہین

بتا وہ کون ہی جو تیری مجلس مین نہین ہوتا
مگر یہ ایک ہم ہی ہین جو نظرون مین کھٹکتے ہین

نہین معلوم کیا ہوگا یہ دل اس زلف مین الجھا
جہان اے درد ایسے تو ہزارون ہی لٹکتے ہین

آہ پردہ تو کوئی مانع دیدار نہین
اپنی غفلت کے سوا کچھ در و دیوار نہین

ہم سے دل مرغ اگر اڑ کے جا گئے تو کیا
چشم بیدار تو ہے پر دل بیدار نہین

درد یان دو ہی پیالون پہ قناعت کیجے
خانۂ چشم ہے یہ خانۂ خمار نہین

اے سحر کوئی شب نہین جسکو سحر نہین
پر صبح ہوتی آج تو آتی نظر نہین

دل لے گیا پہ ایک نہ کی اس طرف نگاہ
ایسا تو دلبرون مین کوئی سفت بر نہین

کہہ کونسا ہے دامن صحرا اجہانئین
اے درد آنسوؤن سے جو تیرے وہ تر نہین

مرے ہاتھون کے ہاتھون اے عزیزان
گریبان چاک ہے چاک گریبان

کھلا ہے باب عرفان جس کے اوپر
اُسے ہے ہر ورق گل کا گلستان

صبا جاتا ہون گریبان مین چمن سے
گلون کو باغ مین رکھیو تو خندان

ولہ

گرچہ ہم مردہ دل بیجان جہان جیتے ہین
تجھ بن اے وائے جو سمجھے تو کہان جیتے ہین

زندگی جس سے عبارت ہے سو وہ زیست کہان
یون تو کہنے کے تئین کہئے کہ ہان جیتے ہین

بعد مرنے کے بھی وہ بات نہین آتی نظر
جس توقع پہ کہ ہم اب تئین یان جیتے ہین

ولہ

دل تو سمجھائے سمجھتا بھی نہین
کہئے سودا ہے تو سودا بھی نہین

اُس کی باتین مجھسے کیا پوچھو ہو تم
مدتین گذرین کہ دیکھا بھی نہین

داد کو تو پہنچنا معلوم ہے
کوئی یان فریاد سنتا بھی نہین

ولہ

مین تو سب باتین نصیحت کی کہین
پر اثر ہوتا ہے دل کے تئین کہین

جس کے بن دیکھے نہ نیند آئی ہمین
خواب مین بھی دیکھتے اُس کو نہین

صورتین کیا کیا ملی ہین خاک مین
ہے دفینہ حسن کا زیر زمین

آگے ہی بن کہے تو کہے ہے نہین نہین — تجھسے ابھی تو ہم نے وہ باتین کہین نہین

ہین معنی مانند مرے عرش سے پرے
مت کہہ کہ بات درد کی کرسی نشین نہین

وہ نگاہین جو چار ہوتی ہین — برچھیان ہین کہ پار ہوتی ہین

بیوفائی پہ اس کی دل مت جا
ایسی باتین ہزار ہوتی ہین

اگر مین لکھہ رسی سے ترا دہان پاؤن — کمر کو چاہون تو اس کے تئین کہان پاؤن

یہ رات شمع سے کہتا تھا درد پروانہ
کہ حال دل کہون گر جان کی امان پاؤن

دل مین رہتے ہو پر آنکھون دیکھنا مقدور نہین — گھر سے دروازے تلک تو چندان دور نہین

چاہتے وہ تو جہان جلجاوین اک شعلہ کیسا تھ
درد ایسی سرد آہین عشق مین منظور نہین

زلفون مین تو سدا سے یہ کج ادائیان ہین — آنکھون نے پر یہ اور ہی انکھین دکھائیان ہین

ہے اپنے جی مین جو کچھ تم جانو یا نہ جانو
پر سب تمھاری باتین اب ہمنے پائیان ہین

سیر کر دنیا کی غافل زندگانی پھر کہان — زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہان

دیکھ میرے ضعف کو کہنے لگا رو کر طبیب
کوئی دم مین یہ بھی اس کی ناتوانی پھر کہان

ولہ

کب دہن مین ترے سمائے سخن — نہین تیرے دہن مین جائے سخن
شعر مین میرے دیکھنا مجھکو — ہے مرا آئینہ صفائے سخن

ولہ

کہیں ہوئے ہیں سوال و جواب آنکھوں میں	یہ بے سبب نہیں ہمسے حجاب آنکھوں میں
کرے ہے مست نگاہوں میں ایک عالم کو	لئے پھرے ہے یہ ساقی شراب آنکھوں میں

ولہ

ہر دم بتوں کی صورت رکھتا ہے دل نظر میں	ہوتی ہے بت پرستی اب تو خدا کے گھر میں
ایسا ہی غم نے تیرے پامال کر دیا ہے	کچھ دل رہا نہ دل میں نے کچھ جگر جگر میں

افراد

اُس ذکر سے بھی مجھکو کیا کام دل کے ہاتھوں	لیتا نہیں کسو کا میں نام دل کے ہاتھوں
نہیں ہمکو تمنا یہ ملک ہوتا فلک سے پہنچیں	یہی ہے آرزو دل کی ترے قدموں تلک پہنچیں
نزع میں ہوں پہ وہی نالے کئے جاتا ہوں	مرتے مرتے بھی ترے غم کو لئے جاتا ہوں
افسوس اہل دید کو گلشن میں جا نہیں	نرگس کی گو کہ آنکھیں ہیں پر سوجھتا نہیں
شیخ میں رشک بیگناہی ہوں	مورد رحمت الٰہی ہوں

ردیف الواو

مانع نہیں ہم وہ بت خود کام کہیں ہو	پر اس دل بیتاب کو آرام کہیں ہو
خورشید کے مانند پھروں کب تلک یارب	نت صبح کہیں ہووے مجھے شام کہیں ہو
میخانۂ عالم ہے وہ بے ربط کہ جس میں	ہووے جو صراحی کہیں تو جام کہیں ہو
وعدے تو مرے ساتھ کئے تونے ہزاروں	پر ایک بھی اتنوں میں سر انجام کہیں ہو

ہر چند نہیں صبر تجھے درد و لیکن
اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو

کیا فرق داغ و گل میں کہ جس گل میں بو نہ ہو
کس کام کا وہ دل ہے کہ جس دل میں تو نہ ہو

ہووے نہ حول و قوت اگر تیرے درمیان
جو ہم سے ہو سکے ہے سو ہم سے کبھو نہ ہو

جو کچھ کہ ہم نے کی ہے تمنا ملی مگر
یہ آرزو رہی ہے کہ کچھ آرزو نہ ہو

جوں شمع جمع ہوویں گر اہل زبان ہزار
آپس میں چاہیئے کہ کبھی گفتگو نہ ہو

جوں صبح چاک سینہ مرا اے رفوگران
یاں تو کسو کے ہاتھ بھی ہرگز رفو نہ ہو

اے درد رنگ صورت اگر اس میں جا کرے
اہل صفا میں آئینہ دل کو رو نہ ہو

سمجھنا فہم گر کچھ ہے طبیعی سے الٰہی کو
شہادت غیب کی خاطر تو حاضر ہے گواہی کو

نہیں ممکن کہ ہم سے ظلمت امکان زائل ہو
چھڑا دے آہ کوئی کیونکہ زنگی سے سیاہی کو

عجب عالم ہے ادھر سے ہمیں ہستی ستاتی ہے
ادھر سے نیستی آتی ہے دوڑی عذر خواہی کو

نہ رہ جاوے کہیں تو زاہدا محروم رحمت سے
گنہگاروں میں سمجھا کر نہ اپنی بے گناہی کو

نہ لازم نیستی اس کو نہ ہستی ہی ضروری ہے
بیاں کیا کیجیے اے درد ممکن کی تباہی کو

مجلس میں بار ہووے نہ شمع و چراغ کو
لاویں اگر ہم اپنے دل داغ داغ کو

جاتی تو ہے تو زلف کے کوچہ کو اے صبا
پر دیکھیو جو چھیڑے کسی بے دماغ کو

بس بار دل زیادہ نہ ہو حسرت چمن
کیدھر لیے پھروں گا میں گلگشت باغ کو

بلبل کی طرح رشتۂ الفت میں دیکھ دل
بندھوا نہ دیجیو کہیں بال فراغ کو

کیا چھپ رہی ہے پردۂ مینا میں دخت رز
روشن کر اپنے جلوے سے چشم ایاغ کو

تمییز بے تمیزی عالم کرے ہے کب
نالہ سے عندلیب کے یاں بانگ زاغ کو

اے درد رفتہ رفتہ کیا آپ کو بھی گم
اس راہ میں چلا تھا میں کس کے سراغ کو

مست ہوں پیر مغاں کیا مجھکو فرماتا ہے تو / پائبوس خم کروں یا دست بوسی سبو

صبح اور خورشید کے مانند میری جیب کو / چاک کا موجب ہے تو ہی تو ہی اسباب رفو

تال دنیا اُس کو نت ہر طرح جوں قبلہ نما / پھر مجھے ہر پھر کے آرہنا اُسی کے رُو برو

اور افزونی طلب کی بعد مرنے کے ہوئی / خاک ہونے نے کیا ہر ذرہ گرم جستجو

تیری خوں آشامیاں مشہور ہیں ای تیغ ناز / ایک قطرہ چھوڑ سے تو ہوے ہمارا ہی لہو

جس طرح سے صبح کو ہوتا ہے بیرونق چراغ / دیکھے تجھکو اُڑ گیا گلشن میں گل کا رنگ بو

اور ہوں آمادہ میخوارگی یہ مے پرست / سر اگر کاٹے انھوں کا محتسب مثل کدو

بات اہل وجد سے کرتے ہیں یاں روشن ضمیر / نت زبان شمع کو بھی چشم سے ہے گفتگو

صورت تقلید میں کب معنی تحقیق ہیں / رنگ گو ہے پر گل تصویر میں کید ہر ہے بو

سیکڑوں ہی تخم سے اس باغ میں نکلے نہال / تخم دل کی پر نہ آئی درد لیکن آرزو

ملاؤں کسکی آنکھوں سے کہو اس چشم حیران کو / عیاں جب ہر جگہ دیکھوں ہوں اُسکے راز پنہاں کو

ای لڑکے

تجھے اے شمع کیا دیکھوں زمانہ تو دکھاتا ہے / ہمیں جوں کاغذ آتش زن اور ہی چراغاں کو

نہ تنہا کچھ یہی اطفال دشمن ہیں دوانوں کے / پھرے ہے کوہ بھی دیکھا تو یاں پتھر لئے ماں کو

چمکتے ہیں ستاروں کی طرح سوراخ سینے کے / چھپایا گو کہ جوں خورشید میں نے داغ پنہاں کو

نہ واجب ہی کہا جاوے نہ صادق ممتنع اس پر / کیا تشخیص کچھ ہمنے نہ ہرگز شخص امکاں کو

نہ مطلب ہو گدائی سے نہ یہ خواہش کہ شاہی ہو / الٰہی ہو وہی جو کچھ کہ مرضی الٰہی ہو

نگینے کے سوا کوئی بھی ایسا کام کرتا ہے / کہ ہو نام اور کا روشن اور اپنی روسیاہی ہو

نہیں شکوہ مجھے کچھ بیوفائی کا تری ہرگز / گلہ تب ہو اگر تو نے کسی سے بھی نباہی ہو

وله

اے دردؔ یان کسو سے نہ دل کو پھنسائیو
ٹک جلوۂ بت سے یون تو یہ جی مت لگائیو
مین دل کے ساتھ کب تئین کشتی لڑا کرون
اب اختیار ہاتھ سے جاتا ہے آئیو

وله

اپنے بندہ پہ جو کچھ چاہو تو بیداد کرو
یہ نہ آ جائے کہین جی مین کہ آزاد کرو
نہ کہین عیش تمھارا بھی منغص ہووے
دوستان دردؔ کو محفل مین نہ تم یاد کرو

وله

کہنا ٹک اشتیاق تو رفتار یار کو
آنکھون مین کب تلک مین رکھون انتظار کو
ویسا ہی اب تلک ہے وہ دامن تو اے صبا
کیدھر لیئے پھرے ہے تو میرے غبار کو

وله

سررشتہ نگاہ تغافل نہ توڑیو
اے ناز اس طرف سے نہ منہ اس کا موڑیو
جاوے در قفس سے یہ بے بال و پر کہان
صیاد ذبح کیجیو پر اس کو نہ چھوڑیو

وله

دے لے جو کچھ کہ شیشہ مین باقی شراب ہو
ساقی ہے تنگ عرصہ فرصت شتاب ہو
کہتا ہے آئینہ کہ نہین ہے بعید اگر
دوران کے ہاتھ سے دل آہن بھی آب ہو

وله

کبھو ہمنے نہ پایا مہربان او تند خو تجھکو
نہ دیکھا آنکھ بھر کے ایکدم خورشید رو تجھکو
تمنائین مبدل حسرتون سے ہوگئین دل مین
رہی تو بھی نہ ملنے کی ہماری آرزو تجھکو

وله

دل نالان کو یاد کر کے صبا
اتنا کہنا جہان وہ قاتل ہو
ہم سبھون کو کوئی کسو کو چھوڑ
اس طرح بیٹھتا ہے غافل ہو

فرد

میں نہیں کہتا کہیں تم اور مت جایا کرو
بندہ پرور اس طرف کو بھی کبھی آیا کرو

ردیف الہاء

ہر طرح زمانے کے ہاتھوں ہوں ستم دیدہ
گر دل ہوں تو آزردہ خاطر ہوں تو رنجیدہ

ہم گلشن دوران میں اے خفتگی طالع
سرسبز تو ہیں لیکن جوں سبزۂ خوابیدہ

اے شور قیامت رہ اودھر ہی میں کہتا ہوں
چونکے نہ ابھی یاں سے کوئی دل شوریدہ

اوروں سے تو ہنستے ہو نظروں سے ملا نظریں
ایدھر کو نگہ کوئی پھینکی بھی تو دزدیدہ

مجھ پر بھی تو یہ عقدہ تو کھول صبا بارے
زلفوں نے کسے بھیجا یہ نامۂ پیچیدہ

بدخواہ سب ہی عالم گو ہووے تو ہو لیکن
یارب نہ کسی کے ہوں دشمن یہ دل و دیدہ

کرتا ہے مجھے دل میں جوں ابروے پیوستہ
اے درد یہ تیرا تو ہر مصرعہ پیچیدہ

رکھتی ہو سر غنچۂ دل میں وطن گرہ
مجھسے نہ کھل سکے گی صبا یہ کٹھن گرہ

چشم کشاد کار کسو سے نہیں مجھے
رکھتا ہوں میں بسان گہر حباب تن گرہ

ہوویگی گر اس طرف کو تری زلف کی شمیم
نافے ہی میں ہو نکہت مشک ختن گرہ

اپنی اگر گرفتہ دلی ذکر کیجیے
ہو سبحہ دار خاطر یک انجمن گرہ

ہرچند سعی میں ہے سدا ناخن ہلال
کھلتی ہے پر سپہر کی کوئی کہن گرہ

جب چاہتا ہے عقدۂ دل تجھ پہ کھولیے
ہوتا ہے آ زبان پہ میری سخن گرہ

تنگی سے تن کے جامہ کی ہوتا ہو دل خفا
ہے جوں حباب جان پہ یہ پیرہن گرہ

ہرچند کھولی تو نے تو تیشہ کے جی سے گانٹھ
شیریں کے دل سے پر نہ کھلی کوہکن گرہ

کیونکہ یہ کار عشق گرہ در گرہ نہ ہو
یاں دل گرہ کی شکل ہے اور واں دہن گرہ

جیتا کسی کو چھوڑے نہ یہ گانٹھ زہر کی / زلف سیہ وہ سانپ ہے جس کا ہے من گرہ

واشد کبھو تو درد کے بھی ساتھ چاہیے
بند قبا سے کھول ٹک اے گلبدن گرہ

ربط ہے ناز بتان کو تو مری جان کے ساتھ / جی ہے وابستہ مرا ان کی ہر اک آن کے ساتھ
اپنے ہاتھوں کے بھی میں زور کا دیوانہ ہوں / رات دن کشتی ہی رہتی ہے گریبان کے ساتھ
جو جفا جو ہیں انھیں سنگدلی لازم ہے / کام تلوار کو رہتا ہے سدا سان کے ساتھ
گر مسیحا نفسی ہے یہی مطرب تو خیر / جی ہی جاتے ہیں چلے تیری ہر اک تان کے ساتھ

درد ہر چند میں ظاہر میں تو ہوں مور ضعیف
زور نسبت ہے ولے مجھ کو سلیمان کے ساتھ

کاش تا شمع نہ ہوتا گذر پروانہ / تم نے کیا قہر کیا بال و پر پروانہ
شمع کے صدقے تو ہوتے ابھی دیکھا تھا اسے / پھر جو دیکھا تو نہ پایا اثر پروانہ
گر ترا حسن برشتہ نظر آ جائے اسے / نت رہے آگ میں سوز جگر پروانہ
کیوں اسے آتش سوزاں میں لئے جاتی ہے / سوجھتا بھی ہے تجھے کچھ نظر پروانہ
ایک ہی جست میں لی منزل مقصود اس نے / رہرو رشک کی جا ہے سفر پروانہ

شمع تو جل بجھی اور صبح نمودار ہوئی
پوچھوں اے درد میں کس سے خبر پروانہ

دل پہ بے اختیار ہو کر آہ / تو ہی کہہ کب تلک اٹھے کراہ
خوش خرامی ادھر بھی کیجے گا / میں بھی جوں نقش پا ہوں چشم براہ
کیا کہوں تجھ سے ہمنشیں دل میں / برچھی سی لگتی ہے وہ ترچھی نگاہ
جو ہوئے ہیں قرار آپس میں / میں ترا اور تو ہے میرا گواہ
جس پہ تقصیر وار تو سمجھے / ابھی ایسا تو کچھ نہیں ہے گناہ

ہنسنے اور بولنے کی باتین کرو — نام اُس کا نہ لو کہان ہے چاہ
دید وا دید رکھے جا سیئے گا — جب تلک ہو ملاپ خاطر خواہ
بت پرستی نہین شعار اپنا — ہمکو ایسا نہ سمجھیو واللہ
شوخ تو اور بھی ہین دنیا مین — پر تری شوخی کچھ عجب ہے واہ
ہر گھڑی کان مین وہ کہتا ہے — کوئی اس بات سے نہ ہو آگاہ

درد اپنی طرف سے حاضر ہے
آگے پھر ہے تمھارے ہاتھ نباہ

جون جرس دل کے ساتھ ہیرے آہ — نہین نالے سوا کوئی ہمراہ
قصۂ زلف یار کیا کہیئے — ہے دراز اور عمر ہے کوتاہ

درد درویش ہون مری تعظیم
خلق کرتی ہے کہہ کے یا اللہ

دل سوا کس کو ہو اُس زلف گرہ گیر مین راہ — ہے دوانون کی طرح خانۂ زنجیر مین راہ
سہے بیگانون سے شہر سندہ دم عیسیٰ ہے — ہو صبا کے تئین کب غنچۂ تصویر مین راہ
نالہ دل مین لئے تجھکو پھرا شہر بشہر — آہ پر تو نے نہ کی ٹک دل تاثیر مین راہ

ولہ

بیگانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ — بندہ گر آوے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ
آسن ہو یا ہو سنگ ہی سب جلوہ گاہ یار — جون آئینہ ہر ایک گذر مین صفا کو دیکھ

ردیف الیاء

اُسکی بہار حسن کا دل مین ہمارے جوش ہے — فصل بہار حسن کے ہان ایک ہم گلفروش ہے
بخت سیہ برنگ شب نت ہی گلیم پوش ہے — شمع بھی اپنے ہان اگر ہے تو سدا خموش ہے

خلوت دل میں کر دیا اپنے حواس میں خلل
حسن بلا سے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

ہو سکے تو درمیاں سے آپ اپنے تئیں اٹھائیے
بار نہیں ہے اور کچھ سر ہی وبال دوش ہے

نالہ و آہ کیجئے خون جگر ہی پیجئے
عہد شباب کہتے ہیں موسم ناو نوش ہے

خیر تجھے جو چاہیے بدرقہ جنون نہ چھوڑ
یعنے جہان کی سیر کی رہزن خلق ہوش ہے

پنجۂ دن کو پھر کہیں دست قضا نہ چھیڑ تو
مشکل دل ہر ایک میں ورنہ بھرا خروش ہے

غیر ملال زاہدا کیا ہے طریق زہد میں
دل ہو شگفتہ جس جگہ کوچۂ مے فروش ہے

اپنے تئیں تو کام کچھ خرقہ و جامہ سے نہیں
درد اگر لباس ہے وہ پردۂ عیب پوش ہے

آفت جان و دل تو یاں وہ بت خود فروش ہے
سر پہ ہی جسکے پیشکش صبر و قرار و ہوش ہے

دل کو سیاہ مست کر کچھ بھی تجھے جو ہوش ہے
کہتے ہیں کعبہ اسکو اور کعبہ سیاہ پوش ہے

کسکی یہ بو تی ہے صبا گفت و شنید باغ میں
غنچے سب ہی دہان ہیں گل بھی تمام گوش ہے

آتش گل جنون مرا گرم کرے تو یہ نہیں
سینہ ہمیشہ آگ ہے دل میں سدا ہی جوش ہے

حادثۂ زمانہ کیا تیری جفا سو کیا بلا
سکہ پہ ہمت ڈر آتش بھی یاں یہ نوش ہے

سے ہے تو ایک معصیت جا ہیں چھپے نہ چھپ سکے
اپنے گناہ کو ترا عفو ہی پردہ پوش ہے

آہ کہیں یہ ناتوان حال کرے سو کیا بیان
منھ پہ ہے مہر خامشی دل میں بھرا خروش ہے

دور میں ہوا ہمیں رنج شعور ساقیا
اک دو سہ جام اور بھی باقی ابھی تو ہوش ہے

محنت رنج و غم سے یاں درد نہ جی چھپائیے
بار بھی اٹھائیے جب تئیں سر پہ دوش ہے

اس کو سکھلائی یہ جفا تو نے
کیا کیا ہائے مری وفا تو نے

بیکسی کو عبث کیا بیکس
قتل کر مجھکو کیا لیا تو نے

حال سن سن مرا لگا کہنے
میں سنا کچھ نہ کیا کہا تو نے

ہم نہ کہتے تھے مت جیو مت عاشق | پائی دل اپنی کچھ سزا تو نے
جی تو جی سے ترے رہا ہو دل | منہ لیا موڑ کیا ہوا تو نے

درد کوئی بلا ہے شوخ مزاج
اس کو چھیڑا برا کیا تو نے

دل مرا پھر دکھا دیا کس نے | سوگیا تھا جگا دیا کس نے
میں کہاں اور خیال بوسہ کہاں | منہ سے منہ یوں بھڑا دیا کس نے
وہ مرے چاہنے کو کیا جانے | یہ سندیسا سنا دیا کس نے
ہم بھی کچھ دیکھتے سمجھتے تھے | سب یکایک چھپا دیا کس نے

وہ بلائے سے بھاگتا تھا اور
درد تجھ تک بلا دیا کس نے

اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے | لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہے
فارغ ہو بیٹھے فکر سے دونوں جہان کی | خطرہ جو ہے سو آئینہ دل پہ زنگ ہے
حیرت زدہ نہیں ہے فقط تو ہی آئینے | یاں ٹک بھی جسکی آنکھ کھلی ہے سو دنگ ہے
اس ہستی خراب سے کیا کام تھا ہمیں | اے نشۂ ظہور یہ تیری ترنگ ہے
گلگیر منہ لپیٹ نہ تو شمع کی طرف | اسکی زبان ہی اسے کام نہنگ ہے
کب ہے دماغ عشق بتان فرنگ کا | مجھ کو تو اپنی ہستی ہی بید فرنگ ہے
عالم سے اختیار کی ہر چند صلح کل | پر اپنے ساتھ مجھکو شب و روز جنگ ہے
میں کیا کہوں تجھے نظر آتا نہیں ہے کیا | اس گلشن جہان کا جو کچھ کہ ڈھنگ ہے

غنچہ شگفتہ ہووے ہی ہووے کہ اس میں درد
دیکھا چمن میں جاکے تو کچھ اور رنگ ہے

وحدت نے ہر طرف ترے جلوے دکھا دیے | پردے تعینات کے جو تھے اٹھا دیے

ہون کشتۂ تغافل ہستی بے ثبات
خاطر سے کون کون نہ اس نے بھلا دیے

روتی ہے چشم اب تئین یہ تیری داد خواہ
کتنے ہی تیغ ابرو نے تجھسے جھکا دیے

عنقا کی طرح جتنے تھے یان ناموَر فلک
تو نے خدا ہی جانے کہ کیدھر اڑا دیے

گیلا دل اثر نہ مرے حال پر کبھی
ہرچند روتے روتے مین نالے بہا دیے

یارب یہ کیا خرام ہے جسنے اک آن مین
کتنے ہی مردے حشر سے آگے جلا دیے

عالم مین جتنے پاک گہر تھے سو ایک ایک
اولے سے روزگار نے یونہین گھلا دیے

صیاد کہتے ہین کہ گرفتاریان کئی
صدقے کر اپنے آج کسی نے چھڑا دیے

ابر مژہ یہ چشم تو کیا ہے کہ گھر کے گھر
تو نے برس برس کے ہزارون بہا دیے

دونون جہان کی نہ رہی پھر خبر اسے
وو پیالے تیری آنکھون نے جس کو پلا دیے

اے شور حشر گردش دوران اہل قبر
ٹک بھی نہ سونے پائے کہ وونہین جگا دیے

جا بہو وفا کرو نہ کرو اختیار ہے
خطرے جو اپنے جی مین تھے وہ سب اٹھا دیے

سیلاب اشک گرم نے اعضا مرے تمام
اے دردؔ کچھ بہا دیے اور کچھ جلا دیے

گر باغ مین خندان وہ مرا لب شکر آوے
گل سامنے دامان سے منہ ڈھانپ کے آوے

قاصد سے کہو پھر خبر اودھر ہی کو لیجائے
یان بیخبری آگئی جبتک خبر آوے

لوٹے ہے ترے گنج شہیدان کو غریبی
جی دینے کو ظالم کوئی کس بات پر آوے

زاہد کو عبادت بجو بیخود ہین یہ رندان
آتا ہے تو خود داری کو گھر مین ہی دھر آوے

کہتے ہین کہ یکدست تری تیغ چلی ہے
تب جانئے کہ جب ہاتھ و قدم چل ادھر آوے

جون خواب ہے وابستہ غفلت یہ تماشا
کھل جائے اگر آنکھ تو پھر کیا نظر آوے

اے طبع روان تیری مددہووے تو شاید
اس بحر مین ہم سے بھی کوئی شعر تر آوے

مطلق بھی نہین دردؔ اضافت سے مبرّا

عہد سے تقید کے کوئی کیونکہ بر آوے

اذیت کوئی تیر غم کی میرے دل سے جاتی ہے
کبھو ٹک دل لیا خالی تو پھر چھاتی بھر آتی ہے

سناؤں کیونکہ اپنا حال میں کیا سخت مشکل ہے
یہ وہ قصہ ہے جب لگن کہنے تو اُس کو نیند آتی ہے

نہیں مشتاق آئینہ کے وہ جو صاف طینت ہیں
صفا تو عارضی ہے اور کدورت اُنکی ذاتی ہے

قیامت سر زمین دل پہ میرے حشر برپا ہے
ہوس ہر دم تماشا ہیں تو یہ کچھ اُٹھاتی ہے

اگر آئینہ چار آئینہ ٹھہرے تو نہ ہو سکتا
سپر ہوں تیر مژگان کا سو یہ میری ہی چھاتی ہے

پر کھانت یہی رہتا ہے مجکو درد کیا کہئے
کہ ایسی زندگی سی جیسے یوں ہی مفت جاتی ہے

چھاتی پہ گر پہاڑ بھی ہووے تو ٹل سکے
مشکل ہے جی میں بیٹھے سو جی سے نکل سکے

نشو و نما کی کس کو اُمید اے بہاریاں
میں خشک شاخ ہوں کہ نہ پھولے نہ پھل سکے

تحریک ہے یہ اس بے قدرت کی ورنہ کب
بیدست و پا صبا سے کوئی پات ہل سکے

مثل حباب جب کہ نظر سے گیا گیا
میں وہ غریق ہوں کہ نہ ڈوبا اچھل سکے

گرنے نہ دیویں خلق کی نظروں سے دیکھو ہم
کوئی اگر کسو کے سنبھالے سنبھل سکے

روشن ضمیر جتنے ہیں عالم میں جوں نجوم
چرخ آسیا سے اپنے یہ دانے نہ دل سکے

دیتے عبث ہو شیشہ گران سنگ کو گداز
بگھلائیے جو تسے کوئی دل بگھل سکے

کہہ اور بھی غزل کوئی پڑ اس ردیف میں نہ پھر
اے درد قافیہ کو اگر تو بدل سکے

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

وحدت میں تیری حرف دوئی کا نہ آ سکے
آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

میں وہ فتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے
نقش قدم کی طرح نہ کوئی اُٹھا سکے

قاصد نہیں یہ کام ترا اپنی راہ لے
اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے

غافل خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار / اپنے تئین بھلا دے اگر تو بھلا سکے
یارب یہ کیا طلسم ہے ادراک و فہم یان / دوڑے ہزار آپ سے باہر نہ جا سکے
گو بحث کر کے بات بٹھائی پہ کیا حصول / دل سے اٹھا غلاف اگر تو اٹھا سکے
اطفائے نار عشق نہ ہو آب اشک سے / یہ آگ وہ نہین جسے پانی بجھا سکے

مست شراب عشق وہ بیخود ہے جس کو حشر
اے درد چاہے لائے بخود پر نہ لا سکے

قسم ہے حضرت دل ہی کے آستانے کی / ہوس ہو جی مین جو دیر و حرم کے جانے کی
طریق اپنے پہ اک دور جام چلتا ہے / وگرنہ جو ہے سو گردش مین ہے زمانے کی
کیا جگر کو مرے داغ تیرے وعدون نے / خبر سنی جو کہین مین کسو کے آنے کی
نظر نہ کیجیو تو میرے دل کے خطرون پہ / نہ جی مین لائیو کچھ بات کیا دوانے کی
جفا و جور اٹھانے پڑے زمانے کے / ہوس تھی جی مین کسو ناز کے اٹھانے کی

طریق ذکر تو ہے درد یاد عالم کو
طرح بتائیے کچھ اپنے تئین بھلانے کی

کوئی بھی دوا اپنے تئین راس نہین ہے / جز وصل سو ملنے کی ہمین آس نہین ہے
وہ اشک نکلتا ہے مری چشم سے جس کا / ہر قطرہ کم از پارۂ الماس نہین ہے
زنہار ادھر کھولیو مت چشم حقارت / یہ فقر کی دولت ہے کچھ افلاس نہین ہے
گزرا ہے بتا کون صبا آج ادھر سے / گلشن مین تری پھولون کی یہ باس نہین ہے

بے فائدہ انفاس کو ضائع نہ کر اے درد
ہر دم دم عیسیٰ ہے تجھے پاس نہین ہے

یان عیش کے پردے مین چھپی دلشکنی ہے / ہر بزم طرب جون مژہ برہم زدنی ہے
دل ٹکڑے سے کیا ہے یہ مرا کس کے لبون نے / جو لخت ہے سو رشک عقیق یمنی ہے

کیا کام مجھے خوف و رجا سے کہ مرے پاس
ہے جان سو بیجان ہے دل ہے سو غنی ہے
تن پروری خلق مبارک ہو انھین یان
جون نقش قدم اور ہی آسودہ تنی ہے
آگے جو بلا آئی تھی سو ولے پہ ٹلی تھی
ابکی تو مری جان ہی پر آن بنی ہے
اے درد کہون کس سے بتا راز محبت
عالم مین سخن چینی ہے یا طعنہ زنی ہے

آتش عشق جی جلاتی ہے
یہ بلا جان ہی پہ آتی ہے
تو ہے اور سیر باغ ہے ہر وقت
داغ ہین اور میری چھاتی ہے
شام بھی ہو چکی کہین اب تو
آ شتابی کہ رات جاتی ہے
کچھ مناسب نہین ہے کیا کہیے
جی مین جو کچھ کہ اپنے آتی ہے
ٹک خبر لی کہ ہر گھڑی ہم کو
اب جدائی بہت ستاتی ہے
درد اس کی بھی دید کر لیجے
نوجوانی یہ مفت جاتی ہے

ہے غلط گر گمان مین کچھ ہے
تجھ سوا بھی جہان مین کچھ ہے
دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے
آن مین کچھ ہے آن مین کچھ ہے
بے خبر تیغ یار کہتی ہے
باقی اس نیم جان مین کچھ ہے
اندنون کچھ عجب ہے میرا حال
دیکھتا کچھ ہون دھیان مین کچھ ہے
اور بھی چاہیے سو کہیے اگر
دل نامہربان مین کچھ ہے
درد تو جو کرے ہے جی کا زیان
فائدہ اس زیان مین کچھ ہے

آرام سے کبھو بھی نہ یکبار سو گئے
ایسے ہمارے طالع بیدار سو گئے
خواب عدم سے چونکے تھے ہم تیرے واسطے
آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے

اٹھتی نہیں ہے نالۂ زنجیر سے صدا
دیکھو تو کیا سب ہی یہ گرفتار سو گئے

تیری گلی ہے یا کوئی آرامگاہ ہے
رکھتے قدم کے پاؤں تو ہر بار سو گئے

وہ مر چکے جو رونق بزم جہان تھے
اب اٹھیے درد یاں سے کہ سب یار سو گئے

آج نالوں نے مرے زور ہی دلسوزی کی
زخم دل سینے تھے یاں سب کی جگر دوزی کی

جی پہ رہتی ہے چڑھی زلف کسو کی میرے
اور تو کیا کہوں میں اپنی سیہ روزی کی

غیر کہتے ہیں عبث میرے پیارے تیری
بیوفائی نہیں محتاج بد آموزی کی

کیونکہ تشبیہ ترے ساتھ اسے دے کوئی
شمع کو آتی نہیں طرح دل افروزی کی

شعر کی فکر بن آتی ہے اسی سے جس کو
درد کی طرح کبھو فکر نہ ہو روزی کی

جون سخن اب یاد اک عالم رہے
زندگانی تو چلی جا ہم رہے

تا ابد جون قطرہ بھی سا منفعل
جس جگہ سجدہ کرے وہ نم رہے

بہ چلا آنکھوں سے دل ہو کر گداز
منہ پہ آکر جم رہے تو جم رہے

رک نہیں سکتی ہے یانکی واردات
کب یہ ہو سکتا ہے دریا تھم رہے

ہے زمانہ وہ کہ مثل آسمان
جس کے آگے اہل رفعت خم رہے

ہم ہی اس وحشت سرا سے نہیں اداس
اور بھی جو آئے سو یاں کم رہے

ہے محال عقل زیر آسمان
حرص ہو جس دل میں وہ خرم رہے

تابکے آتش کیا کرے یوں قمقمے
چیونٹیوں کے گھر سدا ماتم رہے

رکھ نصیحت نیہ من روحی کو یاد
جب تلک اے درد دم میں دم رہے

بلبل نہ بہ آئے باغبان سے
گل کا بھی نہ کچھ چلے خزان سے

لیتے ہیں مژہ سے کام ابرو
یہ تیر ملے نہ گو کمان سے

جون غنچہ وبال دل ہو غافل
ہر خندہ کے نکلے ہے دہان سے

مانند صبا تری گلی میں
جو کوئی گیا پھرا نہ وان سے

ہے سیف زبان تری سیہ مست
کہہ ساغر چشم دلستان سے

دو دہن وہ ہوا قلم کے مانند
جو حرف نکل گیا زبان سے

شبخون کے لیے فلک پھرے ہے
کھینچے ہوئے تیغ کہکشان سے

ہر آن ہیں واردات دل پر
آتا ہے یہ قافلہ کہان سے

بدنام کرے ہے دختر رز
مغ اس کو نکال اپنے یان سے

ہے مثل چراغ درد میرا
دشمن دم عیسوی کا بھی جان سے

نہ ہاتھ اٹھائے فلک گو ہمارے کینے سے
کسے دماغ کہ ہو دو بدو کمینے سے

نہیں خیال مجھے خاتم سلیمان کا
برنگ نام ہوں ہر کندہ دل نگینے سے

بسان دانۂ انگور مے پرستوں نے
لیا ہے فیض مرے دل کے آبگینے سے

ترقی اور تنزل کو یان کے کچھ عرصہ
مثال ماہ زیادہ نہیں مہینے سے

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جاوے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

مآل کار سجھایا قبور نے ہم کو
یہ نقد مال لگا ہاتھ اس دفینے سے

بسا ہے کون ترے دل میں گلبدن اے درد
کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے

جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

دیدہ و دید ہوئی دور سے میری اس کی
پر جو میں چاہا تھا سو بات نہ ہونے پائی

کون وہ بے سروسامان ہے کہ یاں جون شیشہ
جس کی خاطر کہیں برسات نہ ہونے پائی

اُٹھ چلے شیخ جی تم مجلس رندان سے شتاب
ہم سے کچھ خوب مدارات نہ ہونے پائی

جی میں منظور تھی جو آپ کی خدمتگاری
سو تو اے قبلۂ حاجات نہ ہونے پائی

جی فنا ہو ہی گیا اک نگہ گرم کے ساتھ
درد کچھ اور عنایات نہ ہونے پائی

فرصت زندگی بہت کم ہے
مغتنم ہے یہ دید جو دم ہے

گو سراپا ہے آب آئینہ
اپنی آنکھوں میں چشم بے نم ہو

دل صد چاک ہے گل خندان
شادی و غم جہان میں توام ہے

دین و دنیا میں تو ہی ظاہر ہے
دونون عالم کا ایک عالم ہے

خیر و شر کو سمجھ کہ ہین دو زہر
سانپ کی زیست ہے تجھے سم ہے

مت عبادت پہ پھولیو زاہد
سب طفیل گناہ آدم ہے

سلطنت پر نہیں ہے کچھ موقوف
جس کے ہاتھ آوے جام سو جم ہے

اپنے نزدیک باغ میں تجھ بن
جو شجر ہے سو نخل ماتم ہے

نہ ملین گے اگر کہے گا تو
تیری خاطر ہمیں مقدم ہے

دل عاشق کی بیقراری کو
وہ ہی سمجھے ہے جو کہ محرم ہے

درد کا حال کچھ نہ پوچھو تم
وہ ہی رونا ہے نت وہی غم ہے

دل مرا باغ دلکشا ہے مجھے
دیدہ جام جہان نما ہے مجھے

چشم نقش قدم ہون میں بیکس
خاک آنکھوں میں توتیا ہے مجھے

مجھسے ہر چند تو مکدر ہے
تجھسے پر اور ہی صفا ہے مجھے

کہین خاموش ہو کہ مثل شمع
اے زبان تجھ ہی سے گلا ہے مجھے

پاؤن لرزے ہے مست کے مانند
شیشۂ مے بھرا ملا ہے مجھے

درد تیرے بھلے کو کہتا ہوں | قطعہ | یہ نصیحت سے مدعا ہے مجھے
ورنہ ان بے مروتوں کے لئے
اور بھی ہو خراب کیا ہو مجھے

یاروم اشکوہ ہی بھلا کیجئے اس سے | مذکور کسی طرح تو جا کیجئے اس سے
جوں جوں وہ کھنچے ہے تو یہی آتی ہے جی میں | پھر چھیڑ لیے اور باتیں سنا کیجئے اس سے
سو مرتبہ یوں ٹھہر چکی اب سے نہ ملئے | وہ دن بھی تو نہیں بنتی ہے کیا کیجئے اس سے
بیزار اگر مجھ سے ہو مختار ہو بہتر | دل جس سے ملا اپنا ملا کیجئے اس سے
ہم کہتے نہ تھے درد میاں چھوڑیے باتیں
پائی نہ سزا اور وفا کیجئے اس سے

سرسبز تھا نیستان میرے ہی اشک غم سے | تھے سیکڑوں ہی نالے وابستہ ایکدم سے
واقف نہ یاں کسو سے ہم ہیں نہ کوئی ہم سے | یعنی کہ آ گئے ہیں بہکے ہوئے عدم سے
میں گو نہیں ازل سے پر تا ابد ہوں باقی | میرا حدوث آخر جا ہی بھڑا قدم سے
گر چاہیے تو ملیے اور چاہیے نہ ملیے | سب تم سے ہو سکے ہے ممکن نہیں تو ہم سے
مشتاق گر ترا اچھے لکھے تو کیا عجب ہے | ہوں مثل نرگس آنکھیں پیدا ابھی قلم سے
ہر چند یہ تمنا درخور نہیں ہمارے | نزدیک تو جو آوے کیا دور ہے کرم سے
اب ہیں کہاں وہ نالے سرگشتگی کدھر ہے | تھیں سب وہ باتیں ثابت میرے ہی دم قدم سے
ہے اک نگاہ کافی گو ہووے گاہ گاہے | چنداں نہیں ہے مطلب عاشق کو بیش و کم سے
کاہے کو ہوتی ہم کو گردش نصیب طالع | گر پاؤں اپنا باہر رکھتے نہ ہم عدم سے
آتے ہیں دام میں کب خورشید رو کسو کے | اے شیخ یہ نہیں ہیں تسبیح کے سے شمسے
ہے درد پر بھی کچھ تو میری ہی سی مصیبت
گھیرے ہے اور ہی غم چھوٹے جو ایک غم سے

مرا جی ہے جبتک تری جستجو ہے
زبان جبتلک ہے یہی گفتگو ہے

خدا جانے کیا ہوگا انجام اس کا
مین بے صبر اتنا ہون وہ تندخو ہے

تمنا ہے تیری اگر ہے تمنا
تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

کیا سیر سب ہم نے گلزار دنیا
گل دوستی مین عجب رنگ و بو ہے

غنیمت ہے یہ دید وا دید یاران
جہان مند گئی آنکھ مین ہون نہ تو ہے

نظر میرے دل کی پڑی درد کس پر
جدہر دیکھتا ہون وہی روبرو ہے

روندے ہے نقش پا کی طرح خلق یان مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہان مجھے

اے گل تو رخت باندھ اٹھاؤن مین آشیان
گلچین تجھے نہ دیکھ سکے باغبان مجھے

رہتی ہے کوئی بن گئے میری تئین تمام
جون شمع چھوڑنے کی نہین یہ زبان مجھے

پتھر تلے کا ہاتھ ہے غفلت کے ہاتھ دل
سنگ گران ہوئی ہے یہ خواب گران مجھے

کچھ اور کنج غم کے سوا سوجھتا نہین
آتا ہے یاد جب کہ وہ کنج دہان مجھے

جاتا ہون خوش دماغ جو سنکر اسے کبھو
بدلے ہے رو ہین نظرین وہ دیکھا جہان مجھے

جاتا ہون بسکہ دم بدم اب خاک مین ملا
ہے خضر راہ درد یہ ریگ روان مجھے

کب ترا دیوانہ آوے قید مین تدبیر سے
جون صدا نکلا ہی جا ہے خانۂ زنجیر سے

قدر مردون کی سمجھنے کے نہین یہ نابکار
جوہری واقف نہ ہووے جوہر شمشیر سے

دیکھتا تو آگے از خود رفتگان کا حال تک
جابجا سب پشت بر دیوار ہین تصویر سے

منعم ایسے قصر لاکھون ملگئے ہین خاک مین
جز خرابی کے تیا کیا فائدہ تعمیر سے

درد اب ہنستے ہین رونے پر مرے سب خاص و عام
کیا ہوئے وہ نالے جو لگتے تھے دل مین تیر سے

ہم چشمی ہے وحشت کو مری چشم شرر سے — آتی ہے نظر پھر وہیں غائب ہو نظر سے
اے ہم وطنان اب کی یہ غربت زدہ ہرگز — پھرنے کا نہیں عمر کے مانند سفر سے
کیوں تیغ تری دشمنی کرتی ہے مرے ساتھ — مجھکو تو نہیں کام کسو کی بھی کمر سے
جاؤں میں کدھر جوں گل بازی مجھے گردوں — جانے نہیں دیتا ہے ادھر سے نہ ادھر سے
کعبہ بھی بھلا شیخ ترے ساتھ چلیں گے — ایدھر کو پھریں گے ہم اگر یار کے گھر سے
اس طرح کے رونے سے تو جی اپنا رکے ہے — اے کاش یہ ابر مژہ دل کھول کے برسے
کھلتی ہے مری آنکھ جو ٹک احوال پہ اپنے — جب تن — جوں شمع گھٹا جاتا ہوں میں اپنی نظر سے

اے سنگ جو کچھ تو نے کیا شیشہ کے حق میں
کرتا ہے کوئی بھی یہ سلوک اپنے جگر سے

گر خاک مری سرمۂ ابصار نہووے — تو کوئی نظر مائل دیدار نہووے
سر رشتۂ الفت ہے برا شیخ و برہمن — یہ رشتہ بہ ہر سبحہ و زنار نہووے
گر قید ہی قسمت میں ہے کچھ اور ہو یارب — پر دل تو کسو دل سے گرفتار نہووے
پھر موت کسی طرح تو نزدیک نہ پھٹکے — دنیا میں یہ جینے کا جو آزار نہووے
دل دے کے ستمگار سے اظہار محبت — ایسا کہیں پھر دیکھیو زنہار نہووے

گر زندگی اس طور سے اے دردؔ جہان میں
خاطر پہ کسو شخص کی تو بار نہووے

دیا ہے کسکی نظر نے یہ اعتبار مجھے — کہ ایکدم بھی نہیں اپنے پاس بار مجھے
سوائے تیرے کسو سے نہیں ہے آشنا یاں — مثال آئینہ لے چشم انتظار مجھے
ہمیشہ اپنی نظر میں سبک میں رہتا ہوں — دیا ہے اوروں کی نظروں نے گو وقار مجھے
کبھو بھی جی میں نہ گذرا خیال سرتابی — بھی — برنگ سایہ بنایا ہے خاکسار مجھے
تمھارے وعدے تہاں خوب میں سمجھتا ہوں — رہا ہے ایسے ہی لوگوں سے کاروبار مجھے

یہ کون برق تجلی ہوا ہے آفت جان
کہ ایک دم نہیں جوں شعلہ اب قرار مجھے

جفا و جور تو ظالم سب ہی گوارا ہیں
مگر یہ رسم جدائی ہے ناگوار مجھے

یہ آپ ہی آپ کدھر تیوریاں بدلتے ہو
دکھائیے تو سہی منھ بھی ایکبار مجھے

اس امر میں بھی یہ بے اختیار ہے بندہ
ملا ہے درد اگر یاں کچھ اختیار مجھے

فرض کیا کہ اے ہوس یکدو قدم ہی باغ ہے
آپ میں کو اٹھیے سو کب یہ دل و دماغ ہے

دیکھیے جس کو یاں اسے اور ہی کچھ دماغ ہے
کرمک شب چراغ بھی گو سر شب چراغ ہے

غیر سے کیا معاملہ آپ ہی ہیں اپنے دام میں
قید خودی اگر نہ ہو پھر تو عجب فراغ ہے

حال مرا نہ پوچھیے میں جو کہوں سو کیا کہوں
دل ہے سو ریش ریش ہے سینہ سو داغ داغ ہے

کھو نہ سکے کبھو خمار میرے نشے کی آبرو
دیدۂ آئینہ کی طرح مجھ سے بھرا ایاغ ہے

سنتے ہیں یوں کہ آہ تو ہم میں ہی چھپ رہا کہیں
اپنی تلاش سے غرض ہم کو ترا سراغ ہے

غفلت دل ہوئی مگر پنبۂ گوش خلق درد
بلبل داستان سرا اور نہ ہر ایک زاغ ہے

اپنے تئیں تو ہر گھڑی غم ہے الم ہے داغ ہے
یاد کرے ہمیں کبھی کب یہ تجھے دماغ ہے

جی کی خوشی نہیں گر و سبزہ و گل کے ہاتھ کچھ
دل ہو شگفتہ جس جگہ وہ ہی چمن ہے باغ ہے

کس کی یہ چشم مست نے بزم کو یوں جھکا دیا
مثل حباب سرنگوں شرم سے ہر ایاغ ہے

جلتے ہی جلتے صبح تک گذری اسے تمام شب
دل ہے کہ شعلہ ہے کوئی شمع ہے یا چراغ ہے

پائیے کس جگہ بتا اے بت بے وفا تجھے
عمر گذشتہ کی طرح گم ہی سدا سراغ ہے

سیر بہار و باغ سے ہم کو معاف کیجیے
اس کے خیال سے تو یاں درد کسے فراغ ہے

لحظہ بلحظہ یاں نیا داغ پہ اور داغ ہے
تو بھی ادھر نگاہ کر ساحت سینہ باغ ہے

تیری نگاہِ مست نے جب سے کی ہے میکشی — خون سے اپنے مثل گل ہمنے بھرا ایاغ ہے

دولت فقر کے حضور گرد ہے جاہ سلطنت — کہتے ہین جس کو یان ہما اپنی نظر مین زاغ ہے

اُسکے خیال زلف نے سب سے ہمین چھڑا دیا — گرچہ پھنسے ہین دام مین دلکے تئین فراغ ہے

ہمنے کہا بہت اُسے پر نہ ہوا یہ آدمی — زاہد خشک بھی کوئی سخت ہی خر دماغ ہے

اہل نظر کو ہے سدا درد نہین ضرور کچھ
مثل شرر وہی ہے چشم اور وہی چراغ ہے

پھنسیے کسی کی زلف مین کب یہ ہمین فراغ ہے — کیجئے تو تبسم ہی سو بھی کہان دماغ ہے

شعلۂ دل کو ہر گھڑی اے دم یاس مت بجھا — اپنی بساط مین تو یان ایک یہی چراغ ہے

ہووے رقیب روسیہ آپ کے ساتھ جابجا — کچھ بھی ہے ربط سمجھیے ہمرہ کبک زاغ ہے

قصد ہے جس طرح بنے پہونچیے آپ تک کہین — دل بھی یہی ہے جستجو رات یہی سراغ ہے

درد وہ گلبدن مگر تجھکو نظر پڑا کہین
آج تو اس قدر بتا کس لئے باغ باغ ہے

پہلو مین دل تپان نہین ہے — ہر چند کہ یان ہے یان نہین ہے

عالم ہو قدیم خواہ حادث — جس دم نہین ہم جہان نہین ہے

ڈھونڈے ہے تجھے تمام عالم — ہر چند کہ تو کہان نہین ہے

عنقا کی طرح مین کیا بتاؤن — جز نام مرا نشان نہین ہے

جون شمع نہ راز دل کہون گا — ایسی بھی مری زبان نہین ہے

وعدے پہ ہو کیونکہ یان تسلی — ہرگز یہ مجھے گمان نہین ہے

فریاد کہ درد جنگل مین ہون
تیار ہون کاروان نہین ہے

عشق ہر چند مری جان کو سدا کھاتا ہے — پر یہ لذت تو وہ ہے جی ہی جسے پاتا ہے

آہ کب تک میں بکوں تیری بلا سنتی ہے
باتیں لوگوں کی جو کچھ دل مجھے سنواتا ہے

ہمنشیں پوچھ نہ اُس شوخ کی خوبی مجھ سے
کیا کہوں تجھ سے غرض جی کو مرے بھاتا ہے

بات کچھ دل کی ہمارے تو نہ سلجھی ہم سے
آپ ہی خوش ہوئے ہے پھر آپ ہی گھبراتا ہے

جی کڑا کر کے ترے کوچے سے جب جاتا ہوں
دل دشمن یہ مجھے گھیر کے پھر لاتا ہے

راہ ملنے سے کبھو اُس شوخ کے تئیں ہم سے بھی
دید و وادید تو ہوتی ہے جو مل جاتا ہے

درد کی قدر مرے یار سمجھنا واللہ
ایسا آزاد ترے دام میں یوں آتا ہے

یہ تحقیق ہے یا کہ افواہ ہے
کہ دل کے تئیں دل سے یاں راہ ہے

اگر بے حجابانہ وہ بت ملے
غرض پھر تو اللہ ہی اللہ ہے

عدم رفتگاں کو جو کہنا ہے کچھ
تو قاصد ہمارا سرِ راہ ہے

نہ یاں علم و دانش نہ فضل و ہنر
فقط ایک دل ہے کہ آگاہ ہے

گئے نالہ و آہ سب ہم نفس
دم سرد ہی یک ہوا خواہ ہے

خدا اُس کو رکھے سلامت رہے
خبر گیر دل گاہ بیگاہ ہے

یہ کیا درد تجھ پر مصیبت پڑی
کہ دن رات نالہ ہے اور آہ ہے

دشنام دے ہے غیر کو تو جان کر مجھے
پیارے یہ لطف کیجے پہچان کر مجھے

کل کی طرح سے آج بھی اب نیند آ چکی
گھیرا اسی خرابی نے پھر آن کر مجھے

کہتا ہے اک نگاہ یہ آئینہ رو مرا
بس اور اب زیادہ نہ حیران کر مجھے

آ ناہ بندہ خانہ اگر تجھ کو عار ہے
دولت سرا میں اپنی ہی مہمان کر مجھے

ہوں روبروے چشم تو میں سرمہ در گلو
پر کبھو زلف سے نہ پریشان کر مجھے

صدقے ترے میں کب تئیں ٹالا کروں عبث
ہے روز عید آج تو قربان کر مجھے

ہین شعر فہم جتنے زمانے مین لا علاج
اے درد مانتے ہین یہ سب مان کر مجھے

یان غیب کے جلوے کے تئین جلوہ گری ہے
ہر ناز کی عشق تجھے رنگ دکھاوے
جون شیشہ ساعت ہین تنگ ظرف جہان کے
سو طرح سے دیتے ہین اسے پیچ ہنر مند
وہ تنگ ہے یہ غنچہ دل منہ نہ کھلاتا
ہے جون مہ و خورشید زر و سیم میسر

جو شخص کہ گذرا ہے نظر سے نظری ہے
ہر سنگ مین شیشہ ہے ہر شیشہ پری ہے
وان دل مین کدورت ہے تو یان یاد بھری ہے
مجھسے نہین ہوتا یہ مری بے ہنری ہے
جون نکہت گل اس مین تری پردہ دری ہے
توبھی تو حریفون کے تئین دربدری ہے

لیتا ہے خبر وہ تو سب ہی خلق کی لیکن
اپنے تئین اے درد بہت بے خبری ہے

ہم

مجھکو تجھسے جو کچھ محبت ہے
لوگ کہتے ہین عاشقی جس کو
بند احکام عقل مین رہنا
ایک ایمان ہے بساط اپنی

یہ محبت نہین ہے آفت ہے
مین جو دیکھا بڑی مصیبت ہے
یہ بھی اک نوع کی حماقت ہے
نہ عبادت نہ کچھ ریاضت ہے

آنکھیون مین بتون کے دام مین یون
درد یہ بھی خدا کی قدرت ہے

گل اگر شگفتہ ہو بعضے کھبیے کچھ کہا کر گئے
چند مدت اب تم اے یاران آئندہ رہو
آنسوون مین کچھ جگر کے ٹکڑے ہین بھی بعض بعض
یہ نہ سمجھے اور ہی شاطر نے شہ دی تھی ہمین

بلبلو کتنے ہی غنچے راز دل تہ کر گئے
پیش ازین ہر چند اس بستی مین ہم رہ کر گئے
یہ نہین معلوم لخت دل کدھر بہ کر گئے
زعم مین اپنے سلاطین آپ کو شہ کر گئے

کشتگان عشق کی بخشو خدا سے خوب درد

سخت صدمے یاں تہون کے ہاتھ سے سہ کر گئے

شخص و عکس اس آئینہ مین جلوہ فرما ہو گئے
اُن نے دیکھا اپنے تئین ہم اُس مین پیدا ہو گئے

آئے تھے اس مجمعے مین قصد کر کے دور سے
ہم تماشے کے لئے آپ ہی تماشا ہو گئے

شیخ صاحب کچھ نہ پوچھو خلق سے وہ پر فساد
جس مین یان اصلاح سے بھی فتنے برپا ہو گئے

آہ وے سے شخص جو تھے خبرین غیب کی
ڈھونڈھتے پھرتے ہین ان کو لوگ وہ کیا ہو گئے

دل ہی کچھ تنہا خفا ہو کر یہان سے اُٹھ گیا
ہم بھی تو اے درد چلنے کو مہیا ہو گئے

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے
جس لئے آئے تھے سو ہم کر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھون مر چلے

کیا ہمین کام ان گلون سے اے صبا
ایکدم آئے ادھر اُودھر چلے

دوستو دیکھا تماشا یان کا بس
تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے

آہ بس جی مت جلا تب جانیے
جب کوئی افسون ترا اُس پر چلے

ایک مین دلریش ہون ویسا ہی دوست
زخم کتنون کے سُنا ہے بھر چلے

شمع کے مانند ہم اس بزم مین
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے

ڈھونڈھتے ہین آپ سے اُس کو پرے
شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے

ہم نہ جانے پائے باہر آپ سے
وو ہی آڑے آگیا جیدھر چلے

ہم جہان مین آئے تھے تنہا ولے
ساتھ اپنے اب اُسے لیکر چلے

جون شرر اے ہستی بے بود یان
بارے ہم بھی اپنی باری بھر چلے

ساقیا یان لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

بات جب آندان پڑتی ہے
تب کہیں تیرے کان پڑتی ہے

آتش عشق قہر آفت ہے
ایک بجلی سی آن پڑتی ہے

آخر الامر آہ کیا ہوگا
کچھ تمھارے بھی دھیان پڑتی ہے

بات چرچتی ہے دل پہ جو آخر
خلق کی پھر زبان پڑتی ہے

میرے احوال پہ نہ ہنس اتنا
یوں کبھی اے نہربان پڑتی ہے

شعر ہے اور درد ہے یعنے
بات میں اور ہی جان پڑتی ہے

اگر ان سنبھلتے ہیں اب میرے سنبھالے
بے طرح کچھ ان آنسوؤں نے پاؤں نکالے

جو کچھ کہ دکھا دے گا خدا دیکھیں گے ناچار
صدقے ترے اکبار تو منھ اپنا دکھا لے

ایسے سے کوئی اپنے تئیں کیونکہ بچا لے
دل زلفوں سے بچ جائے تو آنکھوں سے چھپا لے

وہ سرخ لباس اس کے گلے میں نظر آیا
جس کے ہیں مرے دل میں پڑے اب تئیں لالے

کب تجھ پہ گذرتا ہے کبھو میرا سا احوال
یوں چاہیے سو تو اور بھی کچھ باتیں بنا لے

کیا جانیے کس دل کے تئیں آہ ڈسینگے
زلفوں نے تو بے طرح یہ اب چھوڑے ہیں کالے

پھر آگے قیامت ہے اگر اب بھی نہ آؤ
مر مٹ کے جدائی کے دن اتنے تو ہیں ٹالے

ابرو نے تری جس طرف اب تیغ سنبھالی
مژگاں نے وہیں کر دیے تب سانے بھالے

وعدے کی تو مدت نہ کہی درد کچھ اس لے
اس غم کو بھلا کیجیے کوئی کب تئیں ٹالے

غیر جو بے فائدہ ہاتھوں پہ گل کھایا کیے
ہم بھی ناحق داغ اپنے دل کے دکھلایا کیے

دل کی دل جانے مجھے شکوہ تو ملنے کا نہیں
گاہ گاہے پاس میرے آپ تو آیا کیے

دن تمھارے تو کٹے بارے خوشی سے ہر طرح
ہم بلا سے یاں پڑے راتوں کو گھبرایا کیے

دل برا ہوتا ہے کوئی تجھ سے پر یوں ہی عبث
ہم سدا غیروں سے ملنا سن کے گھبرایا کیے

چین تو ہم کو نہ آیا ایک ساعت اُس بغیر
راتدن ہر چند اپنے دل کو بہلایا کیئے

دیکھنے پاتا نہین ہر کوئی جسکی چھاؤن یان
لیجلی ہے آج ہمکو وہ پری سایا کیئے

اپنے دروازے تلک بھی وہ نہ آیا ایکبار
ہر گھڑی اُٹھ اُٹھکے ہم جسکے لیئے جایا کیئے

یا تو وہ راتین تھین یا تو یہ دنون کا پھیر ہے
ہاتھ اب لگتے نہین تب پاؤن دبوایا کیئے

تب ہمارے اُسکے اتنا یون نبھے تھی درد یان
بات ایسی ویسی ہم خاطر مین کم لایا کیئے

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہین کیا جی کو رو بیٹھے
بس اب اک ساتھ ہم دونون جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

بساط اپنی مین ہم تھے آپ سو اتنو نہین ملتے
نہ تھا کچھ اور اپنے پاس جس کو کہیئے کھو بیٹھے

نہ پوچھو کچھ ہمارے ہجر کی اور وصل کی باتین
چلے تھے ڈھونڈھنے جسکو سو وہ ہی آپ ہو بیٹھے

وفا کی چھینٹ بھی تجھپر پڑی ہرگز نہ ای ظالم
لگا تھا خون دامن سے سو وہ بھی آپ دھو بیٹھے

نہ اُٹھو درد اپنے بستر سے طمع کر ہرگز
جو کچھ یون غیب سے آوے سو تم اللہ لو بیٹھے

جو یان دو چاہنے والے قریب یکدگر بیٹھے
ہم اپنا دل بغل مین دابلیکر آہ کر بیٹھے

نہ پوچھو عشق کی شورش نے عالم مین کیا کیا کیا
عجب طوفان اُٹھائے یہ کہ جیسے گھر کے گھر بیٹھے

محبت نے تمھاری دلمین بھی اتنا تو سر کھینچا
قسم کھانے لگے تب ہاتھ میرے سر پہ دھر بیٹھے

کوئی دن اور بھی ہمکو پھرا لے گردش دوران
نہین اُٹھنے کے پھر ہرگز کہین اب کی اگر بیٹھے

نہ آنا تھا پھرا جی مین سو آتو کچھ کرو خالی
کرو دل چھینتے تھے وعدون کے نہ ملنے سے ہی پھر بیٹھے

پرکھا کس لیئے اتنا کوئی جانے جو کچھ جانے
سدا رہتے ہین یون تو لوگ یان ادھر ادھر بیٹھے

کوئی بیٹھ اُٹھ سکے یان جا سکے ہے اسطرح جلدی
چلے تھے ہر گھڑی اُٹھ اُٹھ کے ہم ای درد پر بیٹھے

کبھو تو بیوفائی یاد آ جی کو ڈراتی ہے
کبھو اُمید وعدون کی بھروسے یان دلاتی ہے

چھلاوہ سا جو ہو جاتا ہے جلوہ وصل کا گاہ
جدائی پھر تو اک مدت عوض کیا کیا دکھاتی ہے

کبھو رونا کبھو ہنسنا کبھو حیران ہو رہنا
محبت کیا بھلے چنگے کو دیوانہ بناتی ہے

اگر ستم ہو تو بھی کب یہ صدمہ تھم سکے اس سے
تپش دل کی سنبھالوں یوں تو یہ میری ہی چھاتی ہے

پھرے ہے اس طرح جو آج تو اے درد تجھ وسا
بتا ہمکو بھی ٹک بارے وہ کیا آفت کہ آتی ہے

ہر گھڑی ڈھانپنا چھپانا ہے
الغرض نو بنو دکھانا ہے

وصل سے بھی تو سیری ہوتی ہے
کہیں اس بات کا ٹھکانا ہے

دل لگاؤ کہ یا گلے ہی لگو
داؤ ہے لگیے جو لگانا ہے

ترچھی نظروں سے دیکھنا ہر دم
یہ بھی اک بانکپن کا بانا ہے

یہی اپنی بھی گون کی باتیں ہیں
آہی جانا جدھر کو آنا ہے

واہ ری یہ زبان کی تیزی
ہر طرح کچھ نہ کچھ سنانا ہے

دیکھیو کیجیو نہ بیدردی
درد کو بھی تو منھ دکھانا ہے

دل تجھے کیوں ہے بے کلی ایسی
کون دیکھی ہے اچپلی ایسی

سب برا کہتے ہیں تو کہنے دو
بات لائے ہو تم بھلی ایسی

وہ ملے گا تو ہم بھی ملتے ہیں
آپ لگ چلیے کیا چلی ایسی

خون ہوتا ہے دل کا یاں آ کر
مہندی پاؤں میں کیا ملی ایسی

اس کے گھر میں کدھر سے پہنچے جا
دل بتاوے کوئی گلی ایسی

مسکرایا خوشی سے وہ جس طرح
باغ میں کب کھلی کلی ایسی

درد گھبرا گئے تو جو یوں چونکا
کیا اٹھی جی میں کھلبلی ایسی

کیف و کم کو دیکھ اُسے بے کیف و کم کہنے لگے
جب حدوث اپنا کھلا راز قدم کہنے لگے

غیر کچھ کچھ کان میں بھی دمبدم کہنے لگے
بات تم اب اپنے دل کی ہم سے کم کہنے لگے

واہ وا قسمت کی بہ جبری کو دیکھا چاہیے
وہ ہوا بے پردہ تب ہم اُس کو ہم کہنے لگے

عاقلو تم بات اپنی بھی سمجھتے ہی نہیں
ہے کسی کا وہ دہن جس کو عدم کہنے لگے

بت پرستی کفر یاں دل کی گرفتاری ہو درد
جا بنے جس کو لگے اُس کو صنم کہنے لگے

دشوار ہوتی ظالم تجھ کو بھی نیند آنی
لیکن سنی نہ تو نے ٹک بھی مری کہانی

منظور زندگی سے تیرا ہی دیکھنا تھا
ملتا نہیں جو تو ہی پھر کیا ہے زندگانی

محتاج اب نہیں ہم ناصح نصیحتوں کے
ساتھ اپنے سب وہ باتیں لیتی گئی جوانی

مرنے سے آگے کیا ہے مر جائیں گے تو مرجا نہیں
بہتر نہ ملیئے ہم سے گر یوں ہی جی میں ٹھانی

سیرے غبار کا کچھ پایا نشان نہ ہرگز
صحرا میں جا صبا نے ہر چند خاک چھانی

جب کہا میں کہ ٹک خبر لینا
دل پہ آفت ندان ہے پیارے

ایک دم میں تو جی ہی جاتا ہے
زیست اب کوئی آن ہے پیارے

تب لگا کہنے سچ یوں ہی ہو گا
کیا پر اس کا بیان ہے پیارے

سیرے دل کی جو پوچھیے یہ ہے
جان تو اپنی جان ہے پیارے

تجھ بے مر جائیں گے تو مر جائیں
جان ہے تو جہان ہے پیارے

تیری گلی میں میں نہ چلوں اور صبا چلے
یوں ہی خدا جو چاہے تو بندہ کی کیا چلے

کس کی یہ موج حسن ہوئی جلوہ گر کہ یوں
دریا میں جو حباب تھے آنکھیں چھپا چلے

ہم بھی جرس کی طرح تو اس قافلہ کے ساتھ
نالے جو کچھ بساط میں تھے سو سنا چلے

کہہ بیٹھیو نہ درد کہ اہل وفا ہوں میں
اُس بیوفا کے آگے جو ذکر وفا چلے

جتنی بڑھتی ہے اُتنی گھٹتی ہے
زندگی آپ ہی آپ کٹتی ہے

زلف کی کج ادائیاں دیکھو
ہر گھڑی منہ سے جا لپٹتی ہے

آج ہے آہ کی ہوا کچھ اور
دیکھیے کس طرف پلٹتی ہے

جو خرابی کہ درد یاں پھیلی
دست قدرت سے کب سمٹتی ہے

گر نام عاشقی ترے نزدیک ننگ ہے
کریے نہ مجھکو قتل تو پھر کیا درنگ ہے

اس خانمان خراب کو لیجاؤں میں کہاں
دل پر تو یہ فضائے بیاباں بھی تنگ ہے

تیری درشتیوں کو سمجھتا ہوں آشتی
تجھکو یہ میرے ساتھ عبث عزم جنگ ہے

کرتا ہے اس قدر تو خفا درد کو عبث
ظالم وہ اپنی جان سے آپ ہی تنگ ہے

آہستہ گذریو تو صبا کوئے یار سے
جنبش نہ کیجیو مرے مشت غبار سے

اس سنگدل کی وعدہ خلافی کو دیکھیے
پتھرا گئی ہیں آنکھیں مری انتظار سے

سینے کو چاک صبح کے مانند کر گرون
جون آفتاب نکلے مرا دل کنار سے

اے درد غیر کا نہیں شکوہ مرے تئیں
جو کچھ گلہ ہے مجھکو سو ہے اپنے یار سے

دیکھ لوں گا میں اُسے دیکھیے مرتے مرتے
یا نکل جائیگا جی نالے ہی کرتے کرتے

لا گلابی دے مجھے ساقی کہ یاں مجلس ہی
خالی ہو جائے ہے پیمانے کے بھرتے بھرتے

جو گیا کوچے میں اُس کے نہ پھرا ایدھر کو
اے صبا جاتی تو ہے جائیو ڈرتے ڈرتے

درد جون نقش قدم تھا سر رہ پر اس کے

مرٹ گیا اور ون ہی کے پاؤں کے دھرنے دھرتے

آیا ہے ابر زور چمن میں بہار ہے
ساقی شتاب آ کہ ترا انتظار ہے

ظالم سمجھ کے اپنی نظر پھینکیو کہیں
گذرا جدھر یہ تیر تو پھر وار پار ہے

رُدتا نہیں ہے شاہد دنیا یہ بے سبب
گردن پہ اُس کے خون کسی کا سوار ہے

ناداں نظر سے اپنی گرا دے نہ درؔد کو
جو کچھ کہ ہے سو ہے پہ ترا دوستدار ہے

مدت ہوئی کہ ویسی عنایات رہ گئی
اب گاہ گاہ سیدھی ملاقات رہ گئی

یاں کون آشنا ہے ترا کس کو تجھسے ربط
کہنے کو یہ بھی لوگوں کے اک بات رہ گئی

بازی بدی تھی اُن نے مری چشم تر کیا تھ
آخر کو ہار ہار کے برسات رہ گئی

وہ دختِ رز کہ کھیلتی پھرتی ہے جہان کو
کہتے ہیں درؔد پاس بھی اک رات رہ گئی

گرچہ بیزار تو ہے پر اُسے کچھ پیار بھی ہے
ساتھ انکار کے پر دیکھیں پھر اقرار بھی ہے

زاہدا شرک خفی کی بھی خبر ٹک لینا
ساتھ ہر دانۂ تسبیح کے زنار بھی ہے

چشمِ رحمت سے ادھر کو بھی نظر کیجیئے گا
نظر
اسی امید پہ آیا یہ گنہگار بھی ہے

دل بھلا ایسے کو اے درؔد نہ تجے کیونکر
ایک تو یار ہے اور تس پہ طرحدار بھی ہے

جب نظر سے بہار گذرے ہے
جی پہ رفتار یار گذرے ہے

وہ زمانے سے باہر اور مجھے
رات دن انتظار گذرے ہے

جس کے تو ہو کے سامنے گذرا
آپ سے بار بار گذرے ہے

نالۂ زار درد کا ہر اک
چھوٹتے دل کے پار گذرے ہے

تو جو لگتا عبث ہے کسی بات کے لئے
مین آ گیا ہون صرف ملاقات کے لئے
یون ہی تمام جھگڑے ہی رگڑے مین ہوگئی
ہر دن خراب پھرتے تھے جس رات کے لئے
اگلے معانقے کو اگر کیجئے معاف
لگ جاؤن اب گلے سے مکافات کے لئے

ہم جانتے ہین درد اندھیرے مین رات کو
تو لگ رہا ہے کوچے مین جس گھات کے لئے

غنا کی بیہودہ رونے کو ڈبوتی ہے
گر اشک بجا ٹپکے آنسو نہین موتی ہے
دم لینے کی فرصت یان ٹک دی نہ زمانے نے
ہم تجھکو دکھا دیتے کچھ آہ بھی ہوتی ہے
خورشید قیامت کا سر پر تو اب آ پہونچا
غفلت کو جگا دنیا کس نیند پہ سوتی ہے

خورشید نہ تنہا ہے گردش مین زمانے کی
یان اپنے دنون کے تئین شبنم بھی تو روتی ہے

جو ملنا ہے مل پھر کہان زندگانی
کہان مین کہان تو کہان نوجوانی
عجب خواب درپیش ہے پھر تو سب کو
سنا لو ٹک اب اپنی اپنی کہانی
دلاسا تو دیکھو تو ٹک جا کے اس کو
تڑپتی ہے بیکس مری جانفشانی

نجاوے گا جب تک مرے جی مین جی ہے
ترا غم ہے پیارے مرا یار جانی

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے
فرسودگی ہے رشتہ تسبیح کا حصول
دل مین کسو کے آہ کوئی راہ کیا کرے
جس دل پہ بیوفائی معشوق کے سبب
یہ کچھ گذر چکا ہو وہ پھر چاہ کیا کرے

دل دے چکا ہون اس بت کافر کے ہاتھ مین
اب میرے حق مین دیکھئے اللہ کیا کرے

آنکھون کی راہ ہر دم اب خون دل رواں ہے
جو کچھ ہے میرے دل مین منھ پر مرے عیان ہے

غنچہ ہے دل گرفتہ گل کا ہے چاک سینہ — گلشن میں ہے تو یہ کچھ آسودگی کہاں ہے
آہوں کی کشمکش میں کہیں دیکھیو نہ ٹوٹے — تارِ نفس سے اے دل وابستہ میری جاں ہے

گمنام اب جہاں میں مجھسا نہیں ہے کوئی
عنقا کا نام تو ہے ہرچند بے نشاں ہے

دل تڑپتا ہے درد پہلو ہے — مرگ آہو پوچھو کہ قابو ہے
غم سے پہچانتا نہیں ہوں میں — کہ مرا سر ہے یا کہ زانو ہے
منع صہبا نہ کر مجھے اے شیخ — مے پرستوں کے حق میں دارو ہے

جلوہ گر ہے تجھی میں اک نور سے
جس کی خاطر تجھے تکا پو ہے

ہستی ہے سفر عدم وطن ہے — دل خلوت و چشم انجمن ہے
ہرچند کہ سنگدل ہو شیریں — لیکن فرہاد کوہکن ہے
دیکھا تو یہ شورش من و ما — ہنگامہ وصل جان و تن ہے

مت جا تر و تازگی پہ اُس کی
عالم تو خیال کا چمن ہے

نہ وہ نالوں کی شورش ہے نہ آہو کی ہے وہ دھونی — ہوا کیا درد کو پیارے گلی کیوں آج ہے سونی
جلا کر دیکھ نامہ کو حقیقت گر نہیں پڑھتا — محبت کے شراروں نے یہ چھاتی جس طرح بھونی
طپش کو دل کی میں سمجھا تھا یہ آنسو بجھا دینگے — ولے یہ آگ تو پانی سے بھڑکی اور بھی دونی

پڑی ہے خاک پر یہ لاش اس پہ شک سے اُٹھی
لہو کے آنسوؤں روتا ہے جس کو قتل کر خونی

تو اس قدر جو اُس کا مشتاق ہو رہا ہے — کیا دل سے بھی زیادہ آئینہ میں صفا ہے
کوئی بھی شخص اُس کا مارا ہوا نہ جیتا — دل مت کہیں لگانا الفت بُری بلا ہے

سیماب کشتہ کس کا مار الحیات کیا ھر
گر جی کو مار سکیئے اے درد کیمیا ہے

کس کے تئین نہ دیکھیئے کس پہ نگاہ کیجئے
عہد شکن ہو خواہ وہ دلشکنی کیا کرے

کھولیے جس طرف نظر سمجھیئے آہ کیجئے
اُسکی طرف سے ہو سو ہو آپ نباہ کیجئے

کعبہ کو بھی نہ جائیے دیر کو بھی نہ کیجیے مُنھ
دل مین کسو کے درد یان ہووے تو راہ کیجئے

نے وہ بہار وان ہے نہ یان ہم جوان رہے
آباد رکھیو خانہ دنیا کو اے سپہر

ملیئے پھر اُس سے آہ یہ وہ دن کہان رہے
یکچند ہم بھی آن کے یان مہمان رہے

دل اپنے پاس گو کبھو رہتا نہین ہو درد
پر ہے یہی دعا وہ رہے خوش جہان رہے

اگر آہ بھر لیے اثر شرط ہے
بڑا عیب فاحش ہے انسان مین

وگر ضبط کر لیے جگر شرط ہے
پرکھنے کو اُس کے نظر شرط ہے

قدم عشق مین درد رکھتا تو ہے
وہ جانے کہان مین خبر شرط ہے

لخت جگر سب آنسوؤن کے ساتھ بہ گئے
کس کس طرح سے اُس نے بھی سن سُنکے ٹالیان

کچھ پا رہا ہے دل مین کہ پلکون مین رہ گئے
ہر چند ہم بھی باتون مین کچھ کچھ تو کہہ گئے

اُسکی نظر مین درد یہ کچھ بات ہی نہین
دانست مین ہم اپنی جو کچھ سُن کے سہ گئے

یہ زاہد کب خطا سے بے خطر ہے
علاج دردِ سر صندل ہے لیکن

اگر آدم نہین تو بھی بشر ہے
نہین گھسنا ہی اُس کا دردِ سر ہے

سراپا چشم ہون مین آئینہ پہ

کسو پہ درد میری کب نظر ہے

کرون کس کے ساتھ اے شرر گرمجوشی
نہ کبھی زمانے کی تو چشم پوشی
خبر اپنی لے اے گلستان خرمی
کرے ہے تبسم ترا گل فروشی

بنیٹھ مست ہے بو سے نرگس چمن مین
کسو کی تو آنکھون نے کی بادہ نوشی

جگر پہ داغ نے میرے یہ گلفشانی کی
کہ اُس نے آپ تماشے کو مہربانی کی
مری سی نالہ تراشی نہ کر سکا فرہاد
اگرچہ اُس نے بھی اک عمر تیشہ رانی کی

ہم اتنی عمر مین دنیا سے ہو گئے بیزار
عجب ہے خضر نے کیونکر کی زندگانی کی

دل سمت سینہ یا طرف سر کو منہ کرے
چھوڑا یہ درد دیکھئے کیدہر کو مُنہ کرے
کیا کم ہے مرغ قبلہ نما سے یہ مرغ دل
سجدہ ادھر ہی کیجیے جیدھر کو مُنہ کرے

اسکی نہین بھی دختر رز تک تو مُنہ لگا
مین جانون پھر یہ زاہد اگر گھر کو مُنہ کرے

مت اٹکیو تو اس مین کہ مشہود کون ہے
ہر مرتبہ مین دیکھیو موجود کون ہے
دونون جگہ مین معنی مولا ہے جلوہ گر
غافل ایاز کون ہے محمود کون ہے

تجھ پر کھلا ہے راز الیہ المصیر اگر
ہر فعل تو سمجھیو مقصود کون ہے

ولہ

اک خلق سیہ مست مے بے خبری ہے
کس زلف کی بو تجھ مین نسیم سحری ہے
سر آہ شرر بار ہے جون سرو چراغان
کیا آگ لگی مرے سینے مین بھری ہے
غافل تو کدھر بہکے ہے ٹک دل کی خبر لے
شیشہ جو بغل مین ہے اسی مین تو پری ہے

ولہ

جان تو اک جہان رکھتا ہے — کون میری سی جان رکھتا ہے
تیرے یہ ڈھنگ اور یہ میان — درد کیا کیا گمان رکھتا ہے

ولہ

نہیں چھوڑتی قید ہستی مجھے — اگر کھینچ لے جائے مستی مجھے
زمانے نے اے درد جوں گردباد — دکھائی بلندی و پستی مجھے

ولہ

کیا جانیے کیا دل پہ مصیبت یہ پڑی ہے — اک آگ سی کچھ ہے کہ وہ سینہ میں گڑی ہے
اس طرح سے اک لحت جو آنسو نہیں تھمتے — معلوم ہوا درد کہیں آنکھ لڑی ہے

ولہ

بس ہو ہی مزار پہ میرے کہ گاہ گاہ — جائے چراغ کوئی دل مہربان جلے
اے درد کیا عجب ہے مرے اشک و آہ سے — ڈوبے اگر زمین وگر آسمان جلے

ولہ

آیا نہ چین جی کو نہ دل سے تپک گئی — میں چپ رہوں کہاں تئیں چھاتی تو پک گئی
اب کون حال دل کہے اس ست نارسے — اک آہ تھی سو وہ بھی سر اپنا ٹپک گئی

ولہ

دل ہی یہ بیقرار نہ ہووے تو کیا کرے — اپنا جب اختیار نہ ہووے تو کیا کرے
عاشق تو جانتا ہی نہیں اور کون ہے — اس کو یہ اعتبار نہ ہووے تو کیا کرے

ولہ

نہ ملیے یار سے دل کو تو کب آرام ہوتا ہے — وگر ملیے تو مشکل ہے کہ وہ بدنام ہوتا ہے
یہ حسن و عشق مل سمجھے ہیں گے آپس میں جو ہوگا — پر ان دونوں کے جھگڑے میں اپنا کام ہوتا ہے

ولہ

یہی پیغام درد کا کہنا — گر کوئی کوے یار مین گذرے (صبا) (آشنا)
کون سی رات آن ملیے گا — دن بہت انتظار مین گذرے

ولہ

ہمارے جامۂ تن مین نہین کچھ اور بس باقی — گریبان مین ہے مثل صبح یک تار نفس باقی
لگا یک عشق کی آتش کا شعلہ اسقدر بھڑکا — نچھوڑا اس زمین دل مین کوئی خار و خس باقی

ولہ

گلرخون کا بحر و بر مین جو کہ ہے مدہوش ہو — ہمنے دریا مین بھی دیکھا بلبلون کا جوش ہے
وصف خاموشی کے کچھ کہنے مین آسکتے نہین — جس نے اس لذت کو پایا ہو سدا خاموش ہے

ولہ

گر جان ہے تو جان کے آزار ساتھ ہے — یان زندگی کے مردن دشوار ساتھ ہے
دنیا وہ فاحشہ ہے کسو سے نہین بچی — دیکھا جب تو اُس کے یہ مردار ساتھ ہے

ولہ

پوچھ مت قافلۂ عشق کدھر جاتا ہے — راہ رو آپ سے اِس رہ مین گذر جاتا ہے
گو اُٹھتا ہے مرا نالہ بتون کے دل سے — کچھ نہ کچھ کام تو اپنا بھی یہ کر جاتا ہے

ولہ

گر معرفت کا چشم بصیرت مین نور ہے — تو جس طرف کو دیکھیے اُس کا ظہور ہے
آتی ہے دل مین اور ہی صورت نظر مجھے — شاید یہ آئینہ بھی کسی کے حضور ہے

ولہ

نہ کچھ غیر سے کام نے یار سے — کہین چھوٹون اس دل کے آزار سے
مجھے دے کے دشنام کہنے لگا — ہنوگا خوش اب بھی تو بیزار سے

غیر اس کوچہ مین اب دیکھا تو کم آنے لگے — تیری خاطر مین کبھو شاید کہ ہم آنے لگے
کون ایسا آ رہا ادہر کہ تم اُسکی طرف — آنہ پھرتے تھے کبھو یا دم بہ دم آنے لگے

افراد

سلجھتی بات جن طرحون مین ہم ویسا ہی سلجھائے — یہ الجھیڑا نظر آتا تو اپنا دل نہ الجھاتے
گل کھائے تھے جنھون نے وہ گل کچھ نہ کھلائے — پر داغ اپنے دل کے تو سب خاک مین ملے
اگر نہان ہے تو تو ہے وگر عیان تو ہے — غرض کہ دیکھ لیا مین جہان تہان تو ہے
دل کو سب قیدون سے اسوقت ہین آزادی ہے — مر چکے اب ہمین غم ہے نہ کچھ شادی ہے
یارب سپہر اپنی تو اب درگذر کرے — کوئی خانمان خراب کسی دل مین گھر کرے
اس تیغ آبدار کا گریہی وار ہے — سپاہے تو زخمیون کا ترے بیڑا پار ہے
مرا تو جی وہین رہتا ہے نت جہان تو ہے — اگرچہ مین یہ نہین جانتا کہان تو ہے
نہ مرتے ہین نہ نیند آتی نہ وہ صورت بسر آتی ہے — یہ جیتے جاگتے ہم پر قیامت شب گذرتی ہے
نہ یان قصہ سکندر کا نہ مذکور سلیمانی — ہماری بزم مین ہوتا ہے اور ہی ذکر سلطانی
ازبسکہ جہان نقش فنا ہی کا نگین ہے — دل جس سے لگا پھر اُسے دیکھا تو نہین ہے
طلسم ہستی موہوم دل پر سخت جنبر ہے — برنگ عکس مجکو آئینہ سد سکندر ہے
تعین گر مٹے دل سے تو کفر آثار ہو جاوے — اگر عقدے کھلین تسبیح کے زنار ہو جاوے
تری آنکھین دکھا دیجئے تو نرگس مست ہو جاوے — اگر دیکھے یہ قامت سرو گلشن پست ہو جاوے
نالہ ہے سو بے اثر اور آہ بے تاثیر ہے — سنگدل کیا تجھکو کہئے اپنی ہی تقصیر ہے
تجھ بن کہون کیا کسطرح اوقات کٹے ہے — نے دن ہی نظر آتا ہے نہ یان رات کٹے ہے
کیجئے کیا آہ کدہر جائیے — چھوٹیے اس [illegible] سے جو مر جائیے

اس طرح جی میں سانس کھٹکے ہے
سانس ہے یا کہ پھانس کھٹکے ہے

مشابہ کوئی ان آنکھوں سے کم ہے
یہ نرگس ہے سو مرفوع القلم ہے

عبث دل بیکسی اپنی پہ تو ہر وقت روتا ہے
نکر غم اے دوانے عشق میں ایسا ہی ہوتا ہے

بت پرستی ہے اب نہ بت شکنی
کہ ہمیں تو خدا سے آن بنی ،

نہیں ہے بے سبب یہ خندۂ دندان نما ہر دم
کسو کے تو لہو پینے پہ یعنی دانت لکھتا ہے

بس درد جدائی نے تری بندون کو مارا ہے
اگر آزار بھی ہوتا ہے تو وجع مفاصل ہے

دیکھ کر رخسار تیرے کی صفا
آئینہ کی یان اکھڑتی ہے قلعی

رباعیات متفرق

مدت تئیں باغ و بوستان کو دیکھا
جون آئینہ کب تلک پریشان نظری
یعنی کہ بہار اور خزان کو دیکھا
اب موندیے آنکھ بس جہان کو دیکھا

دیکھا ہے میں زندگی کا جب سے سپنا
تقصیر معاف تب ہی ہوگی اے درد
جلنا ہی سدا ہے مجھکو جب تک جینا
جون شمع کرون گا جب قدمبوس اپنا

اے درد یہ کون صبر کو لوٹ گیا
کیا تجھپہ مصیبت پڑی ایسی ظالم
یون تجھسے جو ضبط یک بیک چھوٹ گیا
کہہ تو سہی جی ڈھا کہ دل ٹوٹ گیا

عاشق تجھکو جو گھر نہ پاتا ہوگا
اورون سے بھی تو تجھکو خوشی حاصل ہے
کیا کیا کچھ دل میں اسکے آتا ہوگا
تیرا جی دون بھی بہل جاتا ہوگا

پیدا کرے ہر چند تقدس بندا
مشکل ہے کہ ہو حرص سے دل بر کندا
جنت مین بھی اکل و شرب سے کب ہے نجات
دوزخ کا بہشت مین بھی ہوگا دھندا

اے درد یہ سیکھنا جو آکر دیکھا
کچھ تو ہی تھا کہ دل لگا کر دیکھا
مانند مژہ اٹھ گئی صف کی صف
ہمنے تو جدہر آنکھ اٹھا کر دیکھا

ہمنے بھی کبھو جام و سبو دیکھا تھا
جو کچھ کہ نہین ہے روبرو دیکھا تھا
ان باتون کو جو عوض کرے ای درد
کچھ خواب سا تھا کہ وہ کبھو دیکھا تھا

ولہ

موند آنکھ سدا کب تئین دن ٹالئیے گا
غفلت کے تئین بغل مین یون پالئیے گا
اے درد مراقبہ تو کرتے ہو ولے
ٹک اپنا گریبان مین بھی سر ڈالئیے گا

ولہ

کس کا کون کیا کسو سے کہنا
اپنا اپنا ہر ایک کا ہے لہنا
گذرے ہے اب اسطرح سے اپنی اے درد
رونا چپکے پڑے اکیلے رہنا

ولہ

یارب مقصود خلق کیا مین ہی تھا
ایسا تحفہ جہان مین یا مین ہی تھا
کچھ کام ظہور مین نہ آیا مجھ سے
بس تجھکو یہ مجھ سے مدعا مین ہی تھا

ولہ

آرام نہ دن کو بیقراری کے سبب
نے رات کو چین آہ و زاری کے سبب
واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤن سے کبھو
یہ کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

وله

کیا فائدہ گر باز ہے یاں دیدہ سر
جون آئینہ ہر چند کھلی آنکھ و لے
نت پردۂ چشم دل ہے کوری دگر
آتا ہے نظر میں عیب اپنا جو ہر

وله

یون دیکھ کے اپنے غم سے مجکو رنجور
تنا بھی نہ مر کوئی دنون جیتا رہ
کہتا ہے سمجھ تو سہی گر کچھ ہے شعور
ملتا ہے تجھے پھر بھی جو مجھسے منظور

وله

اے درد اگرچہ مے میں ہے جوش و خروش
موجون کو شراب کی وہ پی جاتے ہیں
رہتے ہیں و لے اہل تامل خاموش
گرداب کے مانند جو ہیں دریا نوش

وله

اے درد یہ درد جی سے کھونا معلوم
گلزار جہاں ہزار چھوڑے لیکن
جون لالہ جگر سے داغ دھونا معلوم
میرے دل کا شگفتہ ہونا معلوم

وله

اے درد بہت کیا پڑھا ہم نے
بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ
دیکھا یہ عجب ہے یاں کا لکھا ہم نے
جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

وله

غم کھاتے ہیں اور آنسو نت پیتے ہیں
گذرے ہے جو کچھ کہ گذرے ہو کیا کیجے
دن رات تجھے عجب طرح بیتے ہیں
پر تحفگی یہ کہ اب تلک جیتے ہیں

وله

جب سے توحید کا سبق پڑھتا ہوں
اس علم کی انتہا سمجھنا تم گئے
ہر حرف میں کتنے ہی ورق پڑھتا ہوں
اے درد ابھی تو نام حق پڑھتا ہوں

ولہ

اے درد سبھوں سے برملا کہتا ہوں
توحید نہ میں چھپا چھپا کہتا ہوں
ملا کو بھی اس میں نہیں جائے انکار
بندہ بندہ خدا خدا کہتا ہوں

ولہ

دریا پہ عبث جائیے ہے ساقی سے کہو
لے آئینہ دیکھ ظالم اس عالم کو
آنکھیں تری یوں نشے سے جاتی ہیں چڑھی
جوں کشتی چڑھاؤ پہ کھنچی جاتی ہو

ولہ

کی بہت طریق زہد میں عمر تباہ
اب کیجئے دل کو معرفت سے آگاہ
جوں کوچہ مسواک اسی میں دیکھا
کوچہ ہے یہ سربستہ نہیں اس میں راہ

ولہ

کب جس میں ہو دنیا کی طلب بیٹھ سکے
جس دل میں ہوس بھری ہو کب بیٹھ سکے
تسکین شہود حق سے ہوتی ہے نصیب
اٹھ جائے نظر سے خلق تب بیٹھ سکے

ولہ

مت پوچھ کہ ہم نے عمر کیونکر کاٹی
جس طرح سے کٹ گئی یہ وو مکر کاٹی
کس واسطے چاہیے پرکھا اتنا
دو روز کی زندگی ہے جیونکر کاٹی

ولہ

حسرت کے لئے کب تئیں مرتے رہیے
کب تک یہ کفر دل میں بھرتے رہیے
اب درد جو کچھ کہ زندگی باقی ہے
اللہ کو اپنے یاد کرتے رہیے

ولہ

اے بحر علوم سب کو باری باری
ہے تجھ سے ہی اب حصول فیض باری
تاحشر تری مریدی و پیری کا
جوں موج یہ سلسلہ رہے گا جاری

ولہ

آزادی سرو نت میں اے درد کبھی ‌ عقدہ نہ کیا قبول جی پر کوئی
کیوں اتنی اٹک رہی ہے اپنی حیات ‌ یہ بھی جو گرہ سی ہے سو کھل جائے کبھی

ولہ

پیری چلی اور گئی جوانی اپنی ‌ اے درد کہاں ہے زندگانی اپنی
کل اور کوئی بیان کرے گا اس کو ‌ کہتے ہیں اب آپ ہم کہانی اپنی

ولہ

یا اُس نے ہی کچھ رسم تغافل کم کی ‌ تاثیر پڑی ہے یا کہ اپنے غم کی
رونے کو مرے تولے ہے وہ نظر و نین ‌ اس گوہر اشک کی بھی رتی چمکی

ولہ

تیرے لیئے درد کو کسی سے نہ بنی ‌ بہتیروں نے چاہا یہ سب ہی سے نہ بنی
یہ خانہ خراب رفتہ رفتہ آخر ‌ ایسا بگڑا کہ اپنے جی سے نہ بنی

ولہ

جوں کال سے یاں تال کی پیدائی ہو ‌ دوں تال سے کال کی شناسائی ہے
دیکھی تنزیہ اور تشبیہ تمام ‌ وہ اس کے یہ اس کے یونہیں کام آئی ہے

ولہ

کچھ آپ ہی گرا کے آپ ہی کچھ چنتا ہو ‌ کہتا ہے کچھ آپ آپ ہی سنتا ہے
اے درد ہمیشہ یہ دل دیوانہ ‌ کیا کچھ اُدھیڑتا ہے اور بنتا ہے

ولہ

عاشق ہوئے حسن کے اُس کے محبوب بنے ‌ دلخواہ سب اُس کے ساتھ اسلوب بنے
تس پر بھی جو کچھ بنی سو دیکھی تم نے ‌ بس درد خدا سے اب تمھیں خوب بنے

رباعی مستزاد

اے دردؔ شب قدر ہے ہر زلف سیاہ گر دل سے ہے راہ
ہر خط میں لکھی ہوئی ہیں آیات اللہ کر ٹک تو نگاہ
جوں آئینہ حیران ہوں میں سرتاپا۔ ہے عشق گواہ
آتا ہے نظر حسن میں جلوہ کیا کیا۔ اللہ اللہ

مستزاد

گر شوق ہے جی میں حق کے پہچاننے کا۔ ابرام کرو
کہتا ہوں سخن چھوٹا سا پر ماننے کا۔ اک کام کرو
ہے خیر اگر تم میں تو لازم ہے تمھیں پہچانو اُسے
اور تم ہی ہو تو فائدہ کیا جاننے کا۔ آرام کرو
کیسی تمکو بھاوت ہیں اور کیسی تو سکھ پاوت ہیں،
یہ پھلواری دردؔ ہیں کچھ اور سمو دکھلاوت ہیں
کلیاں من میں سوچت ہیں جو پھول کوئی کھلاوت ہیں
جو دن واکو بیت گیو ہے وا دن موت کو آوت ہیں

مخمسات

باطن سے جنھوں کے تئیں خبر ہے پتھر میں بھی عشق کا اثر ہے	ظاہر یہ انھیں تو کب نظر ہے اس آگ سے سوختہ جگر ہے

ہر سنگ میں دیکھ تو شرر ہے

خاموش ہو ترک گفتگو کر | باطن کے صفا کی جستجو کر
حیرت میں وصال آرزو کر | آئینہ دل کو روبرو کر
دیدار نصیب ہر نظر ہے

ہستی نے کیا ہے گرم بازار | لیکن ہے یہاں نگاہ درکار
سختی سے نہ رکھ قدم تو زنہار | آہستہ گذر میان کہسار
ہر سنگ دکان شیشہ گر ہے

دیدار نما ہے شاہد گل | اور زلف کشا عروس سنبل
جب دل نے مرے کیا تامل | تب پردۂ رنگ و بو گیا کھل
دیکھا تو بہار جلوہ گر ہے

نزدیک و بعید ہے برابر | مت ہو وہم یاس سے مکدر
آئینۂ وہم ہے سراسر | مانند نگہ نکل تو باہر
تیرے تئیں تجھ تلک سفر ہے

ہر عجز میں کبریا ہے محجوب | ہر نقص میں ہے کمال مطلوب
کوئی بھی نہیں جہان میں معیوب | آنے میں مری نظر میں سب خوب
گر عیب ہے پردۂ ہنر ہے

اے درد رموز کبریائی | کہ سمجھے ہے زاہد ریائی
بے عجز نہیں ہے وان رسائی | ہے مجکو جہان پر کشائی
پرواز شکست بال و پر ہے

ہم وحشیوں کے دل میں کچھ اور ہی امنگ ہے | وحشت بھری ہے اور ہی اور ہی ترنگ ہے
ان گم شدوں کے آگے تو عنقا بھی ننگ ہے | اہل فنا کو نام سے ہستی کے ننگ ہے

لوح مزار بھی مری چھاتی پہ سنگ ہو

نے فکر صبح کی نہ غم شام تھا ہمیں — نے شوق بادہ تھا نہ سر جام تھا ہمیں
جب تک عدم میں تھے عجب آرام تھا ہمیں — اس ہستی خراب سے کیا کام تھا ہمیں
اے نشہ ظہور یہ تیری ترنگ ہو

نے پان ہوائے آب پہ نے حرص نان کی — نے دہشت سقر نہ ہوس ہے جنان کی
زاہد یہ باتیں سب ہیں ترے امتحان کی — فارغ ہو بیٹھ فکر سے دو نو جہان کی
خطرہ جو ہے سو آئینہ دل پہ زنگ ہے

وله

کئی ہمت میں اس کے پاس نقد دیں کو لائے — کئی دنیا دکھاتے ہیں کہ یوں سودا نہ چکائے
ہمیں یہ سوچ ہے وہ خود فروش ابد اگر آئے — براہ او چہ در بازیم نے دین نے دنیائے
ولے داریم واعدو سے سری داریم ہو جائے

مگر ان ہو تو دوں نے محبت سہل جانی تد — ہوس کرتا ہے تیرے عشق کی ہر ایک بیکار بد
دلے یہ شعلہ سرکش تو یوں گرمی کرے ہو کد — بنازم چشم داغت را عجب بینائی دارد
بغیر از سینہ پاکاں ندیدم خوش کند جائے

دیگر

ستاتی ہے مجھے ہر لحظہ کج ادائی دوست — کرے ہے دشمنی اب مجھ سے آشنائی دوست
بڑھی ہے اور طرف جا کے دلربائی دوست — یہ تو بھی دل میں ہے میرے وہی صفائی دوست
وفا مری نہیں دیکھے ہے بیوفائی دوست

مجھے تو نزع میں گذرا ہو صبح سے تا شام — پھر اب جو شام ہوئی صبح تک کسے آرام
غرضکہ مجھکو ہوئی زندگانی تلخ تمام — کہنے ہے سن کے مرا حال وہ مجھے کیا کام
نگاہ کیجئے ٹک رنگ بیوفائی دوست

ترکیب بند

شاہنشہ ملک کفر و دین تو ہے تخت نشین و دلنشین تو
ہون لفظ بہ معنی آشنا مین ہے معنی لفظ آفرین تو
اے زیور دست غیب مرحبا انگشت نما ہے جون نگین تو
کافر ہون ہون جو کافر عشق ہے ناز نہان ناز بین تو
دشمن ہے کہان کدھر کو ہو دوست ہے گرمی بزم مہر و کین تو
ویرانی وادی گمان تو آبادی خانۂ یقین تو
ہیہات جہان یہ کور چشمان ڈھونڈین ہین تجھے تو ہو وہین تو
کرتا ہے یہ کون دیدہ بازی گر روشنی نظر نہین تو
تو ہی تو ہے دل کی بے حجابی ہے پردۂ چشم شرمگین تو

معشوق ہے تو ہی تو ہی عاشق
عذرا ہے کدھر کہان ہے وامق

مین منتظر دم صبا ہون جون غنچہ گرفتہ دل بنا ہون
اک عمر گذر گئی سمجھتے معلوم کیا مین نے کیا ہون
تنکا بھی تو ہل سکا نہ مجھسے شرمندۂ جذب کہربا ہون
بیگانہ جو مجھسے وہ پھرے ہے تقصیر یہ ہے کہ آشنا ہون
موجود نہ بوجھے کچھ وہ کافر گر آوے خدا بھی مین تو کیا ہون
اپنی تو نہ کھوئی تیرہ بختی ہر چند کہ سایۂ ہما ہون
بیدل تو نہ کر مجھے سمجھ ٹک مین ہی تو بساط مین رہا ہون
مشکل ہے مجھے کہین رسائی کوتاہی طبع نارسا ہون

پائی نہ گل وفا کی بو بھی — اس باغ میں جا بجا پھرا ہوں

آئندہ نہ کیجئے محبت
دنیا ہے نپٹ ہی جائے عبرت

میرے دم سرد سے نہیں دور — خورشید اگر ہو قرص کافور
ہوں داغ میں زخم دل کے ہاتھوں — رہتا ہی رہا سدا یہ ناسور
پوچھے کوئی حسن کی بات مجھسے — کرتا ہے مجھے ترا ہی مذکور
ہے غم یہ ترا کہ روز و شب یوں — رکھتا ہے ہمارے دل کو معمور
ایذا میں ہے دیکھ کیا حلاوت — بے نوش نہیں ہے نیش زنبور
یاں کھولیو تو سمجھ کے آنکھیں — شمع مجلس ہے شعلۂ طور
اتنا نہ ہوا میں آہ سلیمان — کچھ تخت سے کم نہیں پر مور
قائل نہیں اختیار کا میں — بندہ ہے سمجھ میں اپنی مجبور
تو عشق کے رنگ کی سیر کر ٹک — واصل ہے کوئی کوئی ہے مہجور

پروانہ و شمع مل گئے یوں
ہیں بلبل و گل جدا جدا دوں

اس زیست کا اعتبار کیا ہے — کوئی دم میں یہ زندگی ہوا ہے
گذرا ہے نظر سے ایک عالم — یہ چشم نہیں ہے نقش پا ہے
ظالم ٹک ادھر تو دیکھ لے تو — کوئی پل میں خدا ہی جانے کیا ہو
ڈھاتا تو ہے دل کے تئیں لیکن — تو جان یہ خانۂ خدا ہے
ہے دید فنا ہی حاصل چشم — عقدہ یہ حباب پر کھلا ہے
ظاہر ہے تجھی سے تو یہ عالم — تو مجھکو بتا کہاں چھپا ہے
دنیا سے امید یاں نہ داری — یہ وہم ترا کدھر گیا ہے

جون آئینہ منہ کسی سے مت پھیر
تیرے دل مین اگر صفا ہے

کچھ پائی خبر نہ مین نے دل کی
کس کے وہ خیال مین گیا ہے

ہے میرے تئین سراغ دل کا
پھرتا ہون لئے یہ داغ دل کا

مت کہہ کہ فلک مین ہین بُرے ڈھنگ
کس کا ہے سمجھ تو ٹک یہ نیرنگ

اے رشک بہار ہے تجھی سے
یہ رُوے زمین یہ آب اور رنگ

یہ عکس سمجھ صفا کو اس کی
آئینہ کے دل مین ہے بھرا زنگ

اے شیشہ گران نہین یہ مینا
پگھلا ہے شراب پر دل سنگ

کرتا ہے جو صلح غیر سے تو
ہم سے ہے مگر ارادہ جنگ

حیرت کا مری تو یہ اثر ہے
وہ بھی مجھے دیکھ رہ گیا دنگ

مین سوچون خیال کی طرح وان
گر مجھ سے ہو وہ ہزار فرسنگ

کرتا ہے یہ دل تو روز نالے
ہے نے سے زیادہ تر خوش آہنگ

مین غنچۂ دل گرفتہ دل ہون
تو عقدہ کشائے خاطر تنگ

جون زخم مجھے شگفتہ دل رکھ
مت تیغ سے اپنی منفعل رکھ

عاشق ہے اور اضطرار کرنا
اک جا نہ کہین قرار کرنا

ہم بھی ہین اُمیدوار تُو کے
ادھر بھی صبا گذار کرنا

اے عشق ستم ہے قتل گہ مین
پہلے تو ادھر ہی وار کرنا

دل اُس کی گلی کو جب چلے تو
میرا بھی ٹک انتظار کرنا

مینا کو نہ توڑ محتسب تو
میرے تئین سنگسار کرنا

ظالم ہین تری یہ چشم قاتل
عاشق سے انکھین نہ چار کرنا

ہو میرے سوا یہ کس سے ناحق	اپنے تئیں یوں نزار کرنا
اے وعدہ خلاف کب تلک یہ	بے فائدہ انتظار کرنا
آشفتہ دلوں کو مت ستانا	زلفوں میں نہ شانہ یار کرنا

وابستہ ہیں اُن سے مو بمو دل
مت ٹوٹ پڑے کوئی کبھو دل

مدت تئیں عشق دل پہ در تھا	دیکھا تو عبث کا دردِ سر تھا
آنکھوں نے جدہر کی نیزہ بازی	تھا دل ہی مرا کہ واں سپر تھا
زخمی نہ بچا تری نگہ کا	جو زخم تھا سو وہ کارگر تھا
ہو سامنے کون اس مژہ کے	میرا ہی تو یہ دل و جگر تھا
پوچھا میں کہ دل کو کیوں اُجاڑا	کہنے لگا خوب اپنا گھر تھا
میں ہم بھی صبا تو تیرے ہمراہ	مدت سے ارادۂ سفر تھا
اے نالہ بھرے ہے کیوں ہٹکتا	تجھ میں بھی کبھو تو کچھ اثر تھا
کیوں ردّ و قبول میں ہے جھگڑا	مجھ میں تو نہ عیب نہ ہنر تھا
اے درد جہاں کہیں میں دیکھا	وہ یار مرا ہی جلوہ گر تھا

خاموش ہو مت جتا کسو کو
آتا ہے نظر خدا کسو کو

ختم شد

تاریخ ادب اُردو

یہ کتاب اُردو ادب کے واسطے ایک گرانبہا اضافہ ہے جس مین زبان اُردو کی ابتدا اور اسکی تمام مدارج ارتقا اور تدریجی ترقیون کو اس حُسن وخوبی کے ساتھ دکھایا گیا ہی کہ آج تک کسی کتاب مین اس شرح وبسط اور تفصیلی حالات کے ساتھ یہ مضامین نظر نہین آئے اسمین صرف اُردو ہی کا بیان ہے بلکہ جہان جہان سلسلہ تشریح مین دوسری زبانون کا ذکر آگیا ہے اُسپر بھی نظر غائر ڈالکر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اُردو کی نظم کی ابتدائی حالت اور دور اوّل سے لیکر اسوقت تک کے تمام مشہور مشہور اساتذہ کا نہایت بسیط تذکرہ اور اُنکی شاعری پر بے لاگ رائین اور کامل تنقید کی گئی ہے وہ باتین جو دوسرے تذکرون مین غلطی سے درج ہین۔ یا بہت سے بے بنیاد واقعے جو مشہور ہوگئے ہین اُنکو صحت سے صحیح کرکے بیان کیا گیا ہے بہت سے جدید واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے دنیا ابتک بیخبر تھی دوسرے حصے مین ہندوستان کے بہترین نثارون ناول نویسون اور ڈرامانگارون کے تفصیلی تذکرے حالات اور ان کی تصانیف کا ذکر اور ان پر تنقیدین کی گئی ہین سیکڑون ادبی کتابون سے اس مین مدد لیگئی ہے اور گویا اس صورت سے دریا کو کوزہ مین بند کردیا ہے۔ کتاب کے آخر مین نہایت مفصل انڈکس اور اوّل مین فہرست مضامین شامل ہے۔ بہت سے مشہور مشہور مصنّفون کی نایاب تصویرین بھی موقع بموقع دی گئی ہین جس سے کتاب بے مثل اور ایک نایاب مجموعہ ہوگئی ہے۔ اصل کتاب انگریزی مین تھی جسکا ترجمہ فاضل ادیب مرزا محمد عسکری صاحب بی۔اے۔ لکھنوی نے بہت سی مفید باتون کا اضافہ کرکے کیا ہے۔

تذکرۂ خواتین

ہندوستان اور ایران کی مشہور اور غیر مشہور شاعرہ مستورات کا نہایت دلچسپ تذکرہ ہے جس مین مُصنّف نے نہایت جانکاہی کے ساتھ ان مایۂ ناز ہستیون کا بھی ذکر کیا ہے جنکے کلام اور نام سے دنیا اب تک بیخبر تھی اپنی جامعیت کے لحاظ سے یہ تذکرہ بالکل نیا ہے۔ پہلے حصہ مین اُردو گو شاعرہ اور دوسرے حصہ مین فارسی گو شاعرہ عورتون کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ عبارت نہایت دلچسپ سلیس تقطیع ۲۰/۲۶ نہایت خوشنما مُصنّفہ مُصوّر درد مولوی عبدالباری صاحب آسیؔ الدنی۔

المشتہر
مینیجر نولکشور پریس صیغۂ بکڈپو لکھنؤ

۱۸-۹-۵۹